در کفِ جامِ شریعت در کفِ سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۵۱-۵۲ — جلد نمبر ۵

یکم تا ۱۶ دسمبر ۱۹۹۴ء — رجب المرجب ۱۴۱۵ھ

مدیر اعلیٰ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کر کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

مجلس ادارت

مدیر : غلام الحسنین قادری گیلانی

(بی کام آنرز)

معاونین

۱۔ پروفیسر محمد اسماعیل صاحب سیفی

(سابق سیکرٹری تعلیم صوبہ سرحد)

۲۔ ڈاکٹر ام سلمیٰ گیلانی

(لیکچرر جناح کالج برائے خواتین پشاور یونیورسٹی)

۳۔ الحاج صوفی مشتاق احمد صاحب

(سابق پرنسپل ہائر سکنڈری سکول ناکشال پشاور)

۴۔ اقبال ریاض صاحب

(ایڈیٹر ہفت روزہ سیاست پشاور)

۵۔ سید محمد انور شاہ قادری

(لائبریرین ایجوکیشن کالج گل بہار پشاور)

قانونی مشیر

۱۔ محمد اسماعیل قریشی (ایڈوکیٹ)

۲۔ اویس احمد قادری (ایڈوکیٹ)

مجلس مشاورت

۱۔ سید محمد حسنین قادری گیلانی

(اے وی پی نیشنل بنک)

۲۔ سید سجاد حسین شاہ بخاری

(ایگزیکٹو انجینئر واپڈا)

۳۔ الحاج منظور الٰہی قادری

(وی پی یونائیٹڈ بنک)

۴۔ الحاج محمد عابد (صراف)

۵۔ ڈاکٹر محمد انعام قادری

(رجسٹرار خیبر ہسپتال پشاور)

۶۔ سمیع اللہ قادری

(لائبریرین ہائر سکنڈری سکول جھگی پشاور)

مجلس منتظمہ

۱۔ سید علاؤ الدین علی قادری گیلانی

۲۔ سید سعید الزمان قادری گیلانی

۳۔ محمد سلیم قادری و حاجی سجاد حسین

سرکولیشن منیجر: سید نور الحسنین قادری گیلانی

اسسٹنٹ سرکولیشن منیجر سید حبیب شاہ قادری

قیمت : ۱۴ روپے

خصوصی اشاعت

حضرت آقا
پیر جان
نمبر

پندرہ روزہ
الحسن پشاور

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مصنف	صفحہ نمبر
۱۔	شذرہ	مدیر اعلیٰ	۴
۲۔	ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	ابوالظفر آفاق کیفی سرحدی	۵
۳۔	حضرت آقا پیر جان صاحب رحمتہ اللہ علیہ	مدیر اعلیٰ	۶
۴۔	مناجات بحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	حضرت آقا میر جی صاحب رحمتہ اللہ علیہ	۱۳
۵۔	برصغیر پاک وہند میں خاندان عالیہ گیلانیہ حسنیہ کی دینی وروحانی مساعی جمیلہ	سید محمد انور شاہ قادری	۱۴
۶۔	حضرت آقا پیر جان صاحب اور معاصر علماء ومشائخ	نیک محمد قادری	۳۰
۷۔	تذکرہ خلفائے کرام حضرت آقا پیر جان صاحب	سید فرمان شاہ قادری ایم اے	۴۳

پندرہ روزہ الحسن پشاور

جلد نمبر ۵ ——— شمارہ نمبر ۵۱-۵۲

یکم تا ۱۶ دسمبر ۱۹۹۴ء - رجب المرجب ۱۴۱۵ھ

شذرہ

حضرت سید اکبر شاہ صاحب

المعروف آقا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ

تیرہویں صدی ہجری مسلمانان برصغیر پر بڑی گراں گزری۔ ان کا ایک ہزار سالہ دور حکومت اختتام پذیر ہوا اور تاج و تخت کے مالک غلامانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے۔ پہلے سکھ برسر اقتدار آئے ان کے بعد انگریزوں نے عروج حاصل کیا اور مسلمانوں کے ان دونوں دشمنوں نے اسلامی تہذیب و ثقافت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ نیز دین مبین اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اہل اسلام کے قلبی و روحانی تعلق کو ختم کرنے کے لئے ہر ممکن کوششیں کیں۔

ان نامساعد اور کٹھن حالات میں حضرات صوفیائے کرام اور علمائے حق نے اسلامی اور دینی اقدار وروایات کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا دینی وسیاسی علمی وادبی اور اخلاقی وروحانی ہر سطح پر غیروں کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا اپنے اخلاق و کردار اور عزم واستقلال سے سیاسی طور پر زوال پذیر قوم کو روحانی قوت وطاقت کی فراہمی کا سلسلہ نہ صرف بحال رکھا بلکہ اسے عروج تک پہنچایا۔

انہی عظیم المرتبت ہستیوں میں غازی اسلام حضرت آقا پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔ آپ نے اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے غیروں کی یلغار کو روکنے کے لیے بھرپور اقدامات کئے، ناموس رسالت کی حفاظت کے لیے خانقاہ سے نکل کر رسم شبیری ادا کرنے سے بھی دریغ نہ کیا اور جہاد بالسیف و جہاد بالنفس کرتے ہوئے اٹھائیس جمادی الثانی 1315 ھ کو واصل بحق ہوئے اس طرح آپ کے وصال مبارک پر سو سال گزر چکے ہیں۔ اور آپ کے صد سالہ عرس کے موقع پر ہم آقا پیر جان نمبر پیش کر رہے ہیں تاکہ قارئین الحسن آپ کی دینی وروحانی خدمات سے آگاہ ہو سکیں۔

ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

ابو الظفر آفاق کیفی سرحدی

ذکر خدا کے بعد کروں ذکر مصطفیٰ
ایسی زباں عطا کرے مجھ کو میرا خدا
نعتِ رسول پاک لکھے میرا یہ قلم
قرطاسِ دل پہ خامہ جاں سے لکھے سدا
ذکرِ رسولِ پاک شب و روز کا عمل
وجہِ سکونِ .راحتِ جاں سے میری بقا
ذکرِ محمدی سے میری شہرتِ دوام
اس ذکر سے ہے دونوں .جہانوں میں ارتقا
رنج و الم میں ذکر محمد دوا بنے
مضمر ہے ذکرِ پاک میں واللہ بڑی شفا
آنکھوں کو نور ذکرِ محمد عطا کرے
قلبِ حزیں کے واسطے یہ ذکر ہے ضیاء
وجہِ نجاتِ قبر بنے ذکر مصطفیٰ
محشر کے دن ہو ذکرِ نبی میرا راہ نما
میرا مقام اہل .جہاں میں بڑا بلند
ذاکر ہوں میں رسول کا آفاق برملا

حضرت آقا سید پیر جان صاحب رحمتہ اللہ علیہ

1205 - 1315 ھ

مدیر اعلیٰ

آپ کا نام نامی واسم گرامی سید اکبر شاہ صاحب، والد کا اسم مبارک سید عیسیٰ شاہ صاحب، لقب " قطبِ وقت " تھا۔ اور " آغا پیر جان صاحب " کے نام سے مشہور تھے۔ اسی مشہور نام نے آپ کے اصلی نام کی جگہ لے لی۔ آپ کا سلسلہ نسب پانچ واسطوں کے بعد حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ پشاوری سے مل جاتا ہے۔

آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والد محترم کے زیر سایہ ہوئی۔ بہت ہی تھوڑی عمر میں آپ نے علوم مروجہ سے فراغت حاصل کر لی۔ اپنے بڑے بھائی حضرت علامہ اجل سید غلام صاحب المعروف آغا میرجی صاحب سے طریقہ عالیہ قادریہ حسنیہ میں بیعت کر کے خلافت حاصل کی اور صاحب مجاز و معنعن ہوئے۔ مسند آرائے خلافت ہونے کے بعد سلسلہ رشد وہدایت شروع کر دیا۔ سلسلہ قادریہ حسنیہ کی اشاعت و تبلیغ میں کسی دقیقہ کی فرو گذاشت کو روا نہ رکھا۔ اس سلسلہ میں کشمیر، ہندوستان، کابل اور عرب کے متعدد سفر کئے۔

آپ کے دور میں پشاور پر سکھوں کا غلبہ تھا۔ حاکم پشاور سکھ تھا اور دو اور اس کے ساتھی تھے۔ ان تینوں نے ایک مجلس میں جس میں آپ تشریف فرما تھے۔ دین اسلام کی توہین کی، آپ سے برداشت نہ ہو سکا اور آپ نے ان تینوں کافروں پر حملہ کر کے قتل کر دیا۔ چونکہ آپ کا اقتدار بھی عوام میں کافی سے زیادہ تھا۔ اور آپ پشاور کے سیاسی اور روحانی پیشوا تھے۔ اس لئے حکمران طبقہ نے آپ پر ہاتھ نہ ڈالا مبادا کہ بلوا عام ہو جائے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ اب اس وطن میں جہاں دین اسلام کی توہین ہوتی ہو رہنا نہیں چاہتا۔ ہذا آپ کابل کو ہجرت کر کے چلے گئے۔ کابل میں آپ کی بہت عزت و تکریم کی گئی۔ آپ نے کافی دن وہاں گزارے۔ آپ ذکر و اذکار میں مشغول رہے۔ اور نہایت ہی مشکل ترین ریاضتیں کیں۔

دریائے کابل میں تین برس تک لاالہ الا اللہ کا ذکر کیا۔ جس وقت اس تین برس کے چلہ کے بعد آپ کو پانی سے نکالا گیا تو آپ کا وجود پانی نے کھایا ہوا تھا۔ اور روٹی کو دودھ یا شوربے میں بھگو کر آپ کے منہ میں قطرات گرائے جاتے۔ یہاں تک کہ آپ صحت یاب ہوئے۔ اس طرح قصیدہ غوثیہ شریف کا ایک برس کا چلہ کاٹا۔ آپ مغرب کی نماز کے وضو کے ساتھ صبح کی نماز ادا فرماتے۔ گویا تمام رات عبادت الٰہی میں گذرتی۔ آپ کے وجود کی برکت سے اس علاقہ میں ذکر الٰہی اتباع سنت نبوی کی خوب اشاعت ہوئی۔ اگرچہ آپ کی ارادت میں امرا۔ حکام، علماء، اور عوام بکثرت شامل تھے۔ مگر آپ کی طبیعت ان تمام ارادتمندیوں سے بے نیاز تھی۔ آپ کا تعلق صرف اور صرف ذات الٰہی اور حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے وابستہ تھا۔ اسی وجہ سے آپ نے کسی وقت بھی کلمہ حق کہنے میں دریغ نہیں کیا اور نہ کسی کی پرواہ کی۔ امیر شیر علی خاں والیِ کابل ہندوستان کے سفر کے لئے پشاور پہنچا تو پشاور کے حاکم اعلیٰ نے جو کہ اس وقت ایک انگریز تھا۔ امیر صاحب کی ایک خاص ضیافت کی۔ اِس میں علماء۔ اور عمائدینِ شہر کو بھی بلایا گیا۔

چونکہ آپ کا تعلق امیر کابل سے تھا اور وہ آپ کا معتقد تھا تو اس کی خواہش پر آپ کو بھی دعوت دی گئی۔ آپ کو انگریزوں سے بڑی سخت نفرت تھی، اس لئے آپ دعوت میں تو تشریف لے گئے مگر کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ امیر کابل جناب امیر شیر علی خانصاحب نے اصرار کیا تو آپ نے صاف طور جواب میں ارشاد فرمایا۔ کہ اے امیر یہ فرنگیوں کی ضیافت ہے اس لئے میں نہیں کھاتا۔ امیر کابل کو غصہ آگیا اس نے کہا کہ اچھا جو وظیفہ کابل کی حکومت کی طرف سے آپ کے لئے مقرر ہے۔ وہ ضبط کیا جاتا ہے۔ آپ نے متبسمانہ لہجہ میں ارشاد فرمایا۔

اے بادشاہ فقیر کی فقیری قیامت تک رہے گی، مگر تیری بادشاہت نہ رہیگی۔ آپ اس مجلس سے فوراً اٹھ کر چلے آئے۔ آپ کی طبیعت مبارکہ پر اس گفتگو کا اثر بہت بُرا پڑا۔ چنانچہ اسی طرح ہوا جب امیر کابل واپس پہنچا تو اس کا تختہ اُلٹ دیا گیا۔ مگر آج تک اس فقیر کا ارشاد اپنی پوری تابانیوں کے

ساتھ روشن ہے۔

آپ کو قانون انگریزی سے انتہائی نفرت تھی۔ حتیٰ کہ کسی غیر اسلامی عدالت سے رجوع بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ پر مزار سید حسن بادشاہ صاحب کے متعلق دعویٰ دائر کردیا۔ آپ پہلی بار جب عدالت میں پیش ہوتے تو انگریز مجسٹریٹ مسٹر جیمز کرسٹی کو کہا۔ میں شریعت اسلامیہ محمدیہ کا پابند ہوں۔ جو فیصلہ شریعت محمدیہ کرے مجھے قبول ہے۔ چونکہ تم شریعت اسلام سے ناواقف اور نابلد ہو اس لئے یہ قضیہ کسی مسلمان عالم وفاضل کے پاس بھیج دو تاکہ وہ فیصلہ کرے۔ دوسرے فریق نے نہ مانا۔

مجسٹریٹ نے ان کا مقدمہ خارج کردیا۔

آپ نے بہت طویل سفر کئے۔ حج بیت اللہ شریف کے ارادے سے جب بمبئی پہنچے تو بحری جہاز میں حضرت قدوۃ السالکین خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی رحمتہ اللہ علیہ بھی اسی جہاز میں ہمسفر ہو گئے۔ (آپ کے ساتھ آپ کے داماد حضرت قبلہ عالم آقاالحاج سید سکندر شاہ صاحب بھی تھے) اثنا۔ سفر میں آپ کے مراسم حضرت قبلہ تونسوی رحمتہ اللہ علیہ سے نہایت ہی مشفقانہ قائم ہوئے۔ ایک دن حضرت تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ شاہ صاحب ہندوستان میں لوگوں نے تنگ کردیا ہے۔ اب ارادہ ہے کہ حج پر جاکر بیت اللہ شریف میں ٹھہر کر اللہ تعالیٰ کو یاد کروں آپ نے فرمایا۔ حضرت صاحب اگر آپ اس غرض کے لئے جارہے ہیں تو ایک گزارش اس فقیر کی بھی سن لیجئے، جس طرح یہ فقیر آپ کو مشورہ دیتا ہے کوئی شخص آپ کے پاس نہیں ٹھہرے گا۔ اور آپ لوگوں کے اژدحام سے رہائی حاصل کرلیں گے۔ انھوں نے فرمایا کہ فرمایئے کہ وہ کیا طریقہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ آیئے یہاں سے ہی اپنے خادموں کو رخصت کر دیجئے، آپ آٹا دال لایئے اور میں لکڑیاں لاؤں گا۔ میں کھانا تیار کروں گا آپ کپڑے دھوتے۔ اکھٹے چلا پھرا کریں گے تو پھر کوئی بھی آپ کے پاس آکر آپ کو تنگ نہیں کرے گا۔ جس قدر آپ خلوت میں رہیں گے۔ اسی قدر لوگ آپ کے دیدار کے مشتاق ہوں گے۔ اور خواہ مخوا خلوت میں مداخلت کرکے آپ کے ذکر اذکار میں فرق پیدا کرتے رہیں گے اور جب آپ کر ہر وقت

گھومتا پھرتا دیکھیں گے۔ تو لازماً اِس قدر اشتیاق نہ رہے گا۔ تو خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ سید صاحب میں یہ طریقہ اختیار نہیں کر سکتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا کہ پھر آپ ضرور حج کو تشریف لے جائیں۔ آپ کی طبیعت مبارکہ میں تحقیق حق کا جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا۔ ہر وقت آپ کی مجلس علماء اور فضلاء سے بھرپور ہوتی اور کسی ایک مسئلہ پر گفتگو ہوتی رہتی۔ چنانچہ ایک بار حضرت شیخ الاسلام والمسلمین حافظ عبدالغفور صاحب اخون صاحب صوات (سوات) رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں سے علماء نے فتویٰ دیا کہ بغیر محراب کے نماز باجماعت نہیں ہوتی۔ یہ بات پشاور پہنچی چونکہ آپ کی ذات والاصفات پشاور شہر میں سیاسی اور مذہبی اعتبار سے قابل احترام اور مرکزی حیثیت رکھتی تھی، اس لئے حضرت سرآمد علماء جناب میاں صاحب آسیا یعنی حافظ میاں غلام جیلانی صاحب اور استاذالاساتذہ حضرت مولانا مولوی میاں نصیر احمد صاحب المعروف میاں صاحب قصہ خوانی رحمتہ اللہ علیہ اور چند دیگر علماء یہ فتویٰ لے کر آپ کے پاس آئے۔ آپ خود بھی بحمداللہ عالم واکمل تھے۔ آپ نے علماء کے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد فرمایا کہ حضرت صوات صاحب بہت ہی قابل قدر ہستی ہیں اور انتہائی متبع شریعت محمدی ہیں بجائے اس کے کہ تم صاحبان یہاں سے ہی تنقید شروع کر دو۔ آؤ کہ ہم سب مل کر ان کے پاس سیدوشریف جائیں تاکہ ان کے ساتھ بیٹھ کر اس مسئلہ کو طے کر لیا جائے چنانچہ آپ خود بمعیت صدالافاضل حضرت میاں صاحب قصہ خوانی حضرت الحاج آقا سید سکندر شاہ صاحب اور جناب مولانا مولوی سراج الدین صاحب لاہوری سیدوشریف تشریف لے گئے۔ حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین شیخ الاسلام والمسلمین اخون صاحب صوات نے آپ کی بہت ہی قدرومنزلت کی، دوسرے دن مسئلہ پر گفتگو شروع ہوئی، وفد کی طرف سے حضرت میاں صاحب قصہ خوانی بحث کرتے اور دوسری طرف سے تین علماء تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تین دن تک یہ بحث کا سلسلہ جاری رہا۔ مسئلہ حل ہوا اور شیخ السلام والمسلمین حضرت باباجی صاحب صوات نے دوسرا فتویٰ دیا کہ بغیر محراب کے بھی نماز باجماعت ہوتی ہے۔ اتنا تکلیف دہ سفر آپ نے ایسی حالت میں کیا جبکہ آپ بہت معذور ہو چکے تھے۔ مگر دین اسلام کی تڑپ اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ والہ

وسلم کی خاطر اپنی تکالیف کا کوئی احساس تک نہیں کیا۔ اور سفر کی صعوبتیں جھیل کر اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو متحد و متفق کیا۔ یہی وہ مقدس افراد تھے جن کے قلوب میں دین اسلام کی سچی لگن تھی۔ وہ پاک باز لوگ قوم کو آپس میں اُلجھا کر اقتدار حاصل نہیں کرتے تھے۔

ان اللہ والوں کی زندگی تو اس لئے تھی کہ لوگوں میں اتفاق ہو، اتحاد ہو، یکجہتی ہو، اور مسلمان قوم بنیان موصوص ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت واطاعت کا مکمل نمونہ ہو۔ مسائلِ دینیہ میں ان میں کوئی اختلاف اور تفرقہ نہ ہو۔ آپ کے اس جذبہ صادقہ کے صدقہ میں امت محمدیہ ایک عظیم افتراق وتشتت سے بچ گئی۔ ورنہ بعد میں صرف رفع سبابہ اور نسوار کے مسائل پر کیا کچھ نہیں ہوا۔ ایک تاریخ کے طالب علم سے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ نیز آج کل بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

کہ قسما قسم نازک مسائل کو چھیڑ کر علماء ملتِ اسلامیہ پاکستان کو باہم لڑا رہے ہیں۔ اور سادہ لوح مسلمانوں کو بھلا کر اپنا اُلو سیدھا کر رہے ہیں۔ یہ علماء کیوں آپس میں بیٹھ کر ان مسائل کو حل نہیں کرتے، تاکہ اُمتِ اسلامیہ اس تشتت وافتراق سے نجات حاصل کرے۔ کتنے برگزیدہ انسان تھے وہ جو خود تکلیف اٹھا کر اُمتِ محمدیہ میں اتحاد واتفاق پیدا کرتے تھے۔

آپ بڑے متوکل تھے۔ کبھی بھی کسی امیر یا صاحب وجاہت کے ہاں تشریف نہیں لے گئے۔ بلکہ ہمیشہ ارشاد فرمایا کرتے کہ اس فقیر کو ایک اللہ تعالیٰ کا در کافی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ آپ کی تمام ضروریات کو پورا فرماتا۔ نور محمد زرگر بیان کرتا ہے کہ ایک دن آپ مراقبہ کر رہے تھے کہ گھر سے جواب آیا۔ حضرت آج گھر میں ہر چیز ختم ہے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ آج ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اس کارساز حقیقی نے اسی وقت کارسازی فرمائی اور چند منٹوں کے بعد ایک شخص آکر پوچھتا ہے کہ آغا پیر جان کون ہے۔ بیٹھے ہوئے افراد نے آپ کا تعارف کروایا۔ اس شخص نے آپ کی خدمت میں ایک بیش قیمت گھوڑا اور ایک رومال جس میں تقریباً دو سو روپیہ تھا پیش کیا اور رخصت ہوگیا۔ آپ نے اپنے احباب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی عمدہ مہمانداری فرمائی۔

آپ سے اتنی کثرت سے کرامات کا صدور ہوا اور مکشوفات ہوتے کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک مکمل کتاب بن سکتی ہے۔ آپ نے ہمیشہ کرامات کو چھپایا اور کبھی بھی ظاہر ہونے نہیں دیا، اور دین مبین پر استقامت فرمارہے۔

الحاج ملک محمد زرین صاحب بیان کرتے تھے کہ ہمیشہ دریائے باڑہ میں سیلاب آتا اور تباہی وبربادی مچا دیتا۔ یہاں تک کہ ہماری زمینوں کو بھی خراب کر کے گاؤں کو منہدم کر دیتا۔ جس کی سے وجہ ہم گاؤں گاؤں پھرتے رہتے۔ میرے دادا صاحب نے جناب آغا پیر جان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا شہرہ سنا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور انہی پریشانیوں اور مصیبتوں کا رونا رویا اور دعا کی التجا کی، آپ نے اس کو تین مٹی کے ڈھیلے دم کر کے دیئے اور فرمایا کہ اپنی زمین کی پل (سرحد) پر کھڑے ہو کر دریائے باڑہ کی طرف یہ ڈھیلے پھینک دو۔ انشاء اللہ جس جگہ تک یہ ڈھیلے پہنچیں گے اس سے آگے سیلاب کا پانی نہیں آئے گا۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد اب تک اس مقام سے آگے سیلاب کا پانی نہیں آیا۔ بڑے بڑے خطرناک سیلاب آئے۔ اس گاؤں کے ساتھ والے گاؤں، کڑوی، زخی، بانڈہ شیخ اسماعیل کو نقصان پہنچا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس گاؤں کو نقصان نہیں ہوتا۔

ایک بار آپ جوئے شیخ (شیخ کے کھٹہ) پر اپنے دوستوں کے ساتھ سیر کے لئے گئے۔ خورد ونوش کا انتظام کیا گیا۔ آپ کے ساتھ تقریباً ایک سو دوست احباب تھے۔ جس نے سنا کہ آج آغا پیر جان کا سیر ہے وہ جوئے شیخ پر پہنچ گیا۔ کہتے ہیں کہ کوئی آٹھ سو آدمی جمع ہو گئے۔ آپ کے باورچی نور محمد زرگر نے تقریباً سو آدمی کا کھانا تیار کیا تھا۔ آکر عرض کیا کہ جناب تقریباً آٹھ سو دوست احباب جمع ہیں۔ اور پچاس کے قریب فقیر درویش آگئے ہیں۔ اور کھانا سو نفر کا ہے کیا بنے گا۔ آپ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پورا کر دے گا۔ ہم فقیروں کا کارساز وہی جل جلالہ ہے۔

جب کھانے کا وقت آیا چند احباب اور بھی پہنچ گئے، آپ نے اپنے ہاتھ سے ان تمام مسکینوں اور فقیروں کو سب سے پہلے کھانا کھلایا، اور ان کے بعد اپنا رومال دیگ پر ڈل دیا، پھر تمام احباب کو کھانا

کھلایا اللہ تعالیٰ نے اس کھانے میں اتنی برکت ڈالی کہ ہزار گیاہ سو آدمیوں نے سو آدمی کے لئے پکا ہوا کھانا کھالیا جو بچ گیا وہ آپ نے اور آپ کے باورچی نور محمد زرگر نے کھایا۔ آپ نے باورچی کو کہا۔ میرے اللہ نے سب کو کھانا کھلادیا۔ وہی رازق ہے، میں اور تم تو کام کرنے والے ہیں۔

آپ 28 جمادی الاول 1315 ھ بروز سہ شنبہ رات کے ساڑھے بارہ بجے اٹھے غسل فرمایا۔ کپڑے بدلے۔ تسبیح لے کر مصلے پر تشریف فرما ہوئے۔ اچانک طبیعت خراب ہوئی۔ اپنے پوتے جناب آقا سید محمد زمان شاہ صاحب مرحوم کو بلایا۔ بیعت کرکے تسبیح و مصلے عطا فرمایا اور کہا کہ قرآن پڑھو، جب آقا سید محمد زمان شاہ صاحب نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا تو آپ نے اسم ذات کا ذکر کرنا شروع کردیا اور چند ساعت کے بعد ذکر الٰہی کرتے ہوئے اس جہان فانی سے آپ کی روح مبارکہ قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

آپ کے انتقال کے وقت پشاور میں کہرام مچ گیا۔ تمام شہر بند ہوگیا۔ ہر محلہ سے ذکر الٰہی کرتے ہوئے لوگ آپ کے مکان پر جمع ہو رہے تھے اور ہزار ہا کی تعداد میں پشاور کے چاروں طرف سے دیہاتی لوگ اکھٹے ہو گئے۔ آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو ہر شخص کی زبان پر ذکر الٰہی جاری تھا۔ پشاور کے زرگروں نے آپ کے جنازے پر سونے اور چاندی کے پھول صدقہ کئے۔ شام کے قریب یہ آفتاب رشد وہدایت اور ولایت مقبرہ حضرت سلطان العارفین سید حسن رحمتہ اللہ علیہ میں سپرد خاک کردیا گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

مناجات

بحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(از جناب قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سیدنا حضرت سخی میر غلام شاہ الملقب سید میرجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

زدستِ من خطا آمد عطا کن یا رسول اللہ — زبیماریِ عصیانم شفا کن یا رسول اللہ

خطا کردم خطا کردم جوانی را تبہ کردم — زتابِ آتشِ دوزخ رہا کن یا رسول اللہ

زشرِ نفسِ امّارہ برائے حق نکن چارہ — قساوت ہائے کُلی را صفا کن یا رسول اللہ

دل

چو از خویشاں جفا دیدم ہمہ مکر و دغا دیدم — بہ پیشت جیب بدریدم وفا کن یا رسول اللہ

شکستم خاطر از دوری محمد بگزشت مہجوری — ازاں لعلِ لبِ نوشیں دوا کن یا رسول اللہ

چوں روزِ حشر بردارم بنزدِ حق مرا خوانند — دراں ساعت بایں عاصی ندا کن یا رسول اللہ

برائے دیدنِ رحمت شفیع آوردہ ام سُوت — جنابِ چار یارت را ہدا کن یا رسول اللہ

برائے اہلِ بیتِ خود مکن از در مرا تو رد — خطائے من زلطفِ خود عفا کن یا رسول اللہ

جمیل سیاہ رو میرجی بردر ستادہ حالش بنگر

بپاسِ شاہ جیلانی روا کن یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

برصغیر ہندوپاک میں خاندان عالیہ گیلانیہ حسنیہ کی دینی وروحانی مساعی جمیلہ کا مختصر جائزہ

سید محمد انور شاہ قادری

لائبریرین ایجوکیشن کالج گل بہار پشاور

تصوف کے چاروں سلاسل میں سلسلہ عالیہ قادریہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کی ترویج واشاعت میں بانئ سلسلہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے خلفائے کرام کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد نے بھی نمایاں حصہ لیا اور اسے دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کے لیے دور دراز ممالک کا سفر اختیار کیا۔ دنیا کے دیگر خطوں کی طرح برصغیر پاک وہند میں بھی دین اسلام کی تبلیغ اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت میں حضرات سادات گیلانیہ نے ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔ اس سلسلے میں خانوادہ گیلانیہ اوچ شریف، خانوادہ گیلانیہ بٹالہ شریف اور خانوادہ گیلانیہ حسنیہ پشاور کی خدمات تاریخ اسلام کا درخشندہ باب ہیں۔

خانوادہ گیلانیہ حسنیہ کے علمائے مسترشدین ہر دور میں عصر حاضر تک ایسے خصوصی اوصاف وامتیازات کے حامل رہے ہیں جو تصوف کی دنیا میں ناممکن نہیں تو نایاب ضرور ہیں۔ اس عالی قدر خانوادے کا ہر صاحب ارشاد جامع شریعت وطریقت ہونے کے علاوہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک اپنے والد ماجد کا دست گرفتہ اور مجاز و معنون ہونے کا شرف رکھتا ہے۔ اسی لیے یہ سلسلہ مبارکہ سلسلۃ الذہب کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

اس سلسلۃ الذہب کے عالی قدر مشائخ عظام اتباع شریعت مطہرہ اور استقامت دین کے معاملے میں درجہ کمال پر فائز نظر آتے ہیں اور ان کی زندگی پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کا بہترین نمونہ پیش کرتی ہے۔ ان پاک طینت حضرات نے جہاں پر بھی قیام فرمایا اپنے اخلاق حسنہ سے تسخیر قلوب کے کارنامے سرانجام دیئے۔ مسلم و غیر مسلم، شاہ و گدا، امراء و فقراء سب کو بلا تفریق رنگ و نسل اور قوم و ملت نوازا کفر و شرک کی ظلمتوں میں بھٹکنے والوں کو گمراہی کے اندھیروں سے نکالا۔

رام رام کرنے والوں کی زبان پر رحیم رحیم کا ورد جاری فرمایا۔ بتوں کے سامنے جھکنے والوں کو ایک خدائے واحد کے سامنے جھکنے کا سلیقہ سکھایا۔ مساجد تعمیر فرما کر انھیں آباد کیا انھیں یاد الٰہی کے علاوہ علوم ظاہری ومعرفت الہیہ کے حصول کا مرکز بنا دیا۔ غربا۔ ومساکین اور طلبا۔ وسالکین کے لیے لنگر جاری کئے۔ الغرض امت محمدیہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دینی وروحانی اور طبعی ومادی ضروریات پوری کرنے کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

حضرت آقا پیر جان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا تعلق بھی اسی عالی قدر خانوادے سے ہے۔ چونکہ الحسن کا یہ شمارہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے صد سالہ عرس کی تقریبات کی مناسبت سے مضامین شائع کر رہا ہے لہذا یہ ضروری سمجھا گیا کہ برصغیر پاک وہند میں اسلام اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت میں اس خاندان نے جو خدمات انجام دی ہیں ان کا مختصر جائزہ قارئین الحسن کے سامنے پیش کیا جائے۔

حضرت سید عبداللہ شاہ المعروف صحابی بابا رحمتہ اللہ علیہ۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ حضور سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے قطب الاقطاب حضرت سید عبدالرزاق رضی اللہ عنہ کی چودھویں پشت سے ہیں۔ تبلیغ اسلام کے سلسلے میں بغداد سے چل کر ہندوستان پہنچے اور سندھ میں بمقام ٹھٹھہ کوہ مکلی پر یاد الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ اتفاق سے برہمنوں کے ایک قافلے نے رات گزارنے کے لیے یہاں پڑاؤ ڈالا۔ آپ نے انھیں بڑی محبت سے توحید کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا درس دیا۔ وہ کہنے لگے بابا ہم لوگ واردھا اشنان کے لئے جا رہے ہیں اگر واقعی تمہارا خدا اس قدر قوت وطاقت کا مالک ہے تو ہمیں رات کو خواب میں اشنان ہو جائے اور صبح اٹھیں تو ہمارے کپڑے گیلے ہوں اور ہم اشنان کئے ہوئے ہوں۔ آپ نے فرمایا انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ دوسرے دن صبح اٹھے تو سب کے کپڑے گیلے تھے اور اشنان کئے ہوئے تھے۔ چنانچہ سب کے سب آپ کے دست اقدس پر مسلمان ہوئے اور میمن کے نام سے مشہور ہوئے ان کے بزرگ کا نام آپ

نے عثمان رکھا اور اپنا خلیفہ بنایا۔ انہوں نے آپ سے کثرت اولاد، حسن و خوبصورتی اور تجارت میں کامیابی کے لیے دعا چاہی آپ نے ان کے لیے دعا فرماتے ہوئے خوبصورت مساجد تعمیر کرنے کی تلقین فرمائی، چنانچہ کراچی کی میمن مسجد آپ کے اس ارشاد گرامی اور میمن قوم کی وفاداری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

آپ نے 1060 ھ میں وصال فرمایا اور کوہ مکلی کے قبرستان میں دفن کئے گئے ٹھٹھہ میں آپ کے مزار اقدس کے ساتھ خوبصورت مسجد تعمیر کی گئی ہے۔ جہاں پر آج کل حضرت علامہ مولانا ابوالسراج محمد طفیل صاحب ڈسٹرکٹ خطیب امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کے مزار اقدس کو عشاق بغداد ثانی کے نام سے یاد کرتے ہیں یعنی اہل محبت بغداد شریف میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس پر جو انوار و تجلیات ملاحظہ فرماتے ہیں وہی تجلیات روحانیہ یہاں پر بھی نصیب ہو جاتی ہیں۔

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ حضرت سید عبداللہ شاہ المعروف صحابی بابا رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ ٹھٹھہ میں 1023 ھ میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی سے تعلیم و تربیت اور سلوک وعرفان کے اکتساب کے بعد مسند دعوت و ارشاد کو رونق بخشی اور بلاد سندھ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کو فروغ دیتے رہے۔ جب 1060 ھ میں والد گرامی فوت ہو گئے۔ تو آپ بھی دنیا سے یکسو ہو کر جزائر شور کی طرف نکل گئے اور سات سال تک سخت ترین مجاہدات میں لگے رہے۔

پھر ہندوستان کے سفر پر روانہ ہوتے۔ اور کفر و معصیت کے ایوانوں میں نور ایمان وایقان کی مشعلیں روشن فرماتے رہے۔ آپ کا معمول تھا کہ کچھ عرصہ ایک مقام پر ٹھہرتے اور وہاں کے لوگوں کو ایمان کی دولت سے سرفراز فرماتے۔ ان کے لیے مسجد تعمیر کر کے درس قرآن کا اہتمام فرماتے اور خود دوسرے علاقے کی طرف نکل جاتے۔ اس عرصے میں بڑے بڑے راجاؤں اور ہندوؤں کے راہبوں سے

بھی ٹکر لینی پڑی لیکن عزم وہمت کے اس پیکر کے استقلال وثبات اور استقامت میں کوئی فرق نہ آیا اور کلمہ حق کی سربلندی کے لیے کوئی طاقت وقوت آپ کے قدم نہ ڈگمگا سکی۔ اور آپ دین اسلام کی تبلیغ میں برابر سرگرم رہے اور صرف کاٹھیاواڑ وگجرات میں آپ نے دوسو پچاس مساجد اور پانچ خلفاء مقرر فرمائے جو ان علاقوں میں امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور سلوک وعرفان کی تعلیم کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔

آخر کار آپ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اشارہ روحانی کے مطابق پشاور تشریف لائے راستے میں مختلف بزرگان کرام سے ملاقات فرمائی۔ لاہور میں حضرت میاں میر صاحب رحمتہ اللہ علیہ، گجرات میں حضرت شاہ دولہ رحمتہ اللہ علیہ اور راولپنڈی میں حضرت شاہ عبداللطیف المعروف بری امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے مل کر 1082 ھ میں پشاور تشریف لائے۔ اور یہاں پر مسجد تعمیر فرماکر درس وتدریس اور سلوک ومعرفت کی تعلیم شروع فرمائی۔ ساتھ ہی لنگر بھی جاری فرمایا۔ جلد ہی آپ کی شہرت پشاور سے نکل کر پورے صوبہ سرحد، کشمیر اور افغانستان تک پہنچ گئی اور طلباء وسالکین جوق در جوق آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سیراب ہونے لگے۔

آپ نے 1089 ھ میں اپنے خلیفہ حضرت حافظ عنایت اللہ صاحب کو پشاور کی خانقاہی اور تدریسی ذمہ داریاں سپرد فرمائیں اور خود کشمیر کے سفر پر روانہ ہوتے دوران سفر مختلف منازل پر پڑاؤ کرکے لوگوں کو مستفیض کرتے رہے 1091 ھ میں کشمیر پہنچے اور سری نگر کے محلہ خانیار میں ٹھہرے یہاں پر بھی لنگر جاری فرمایا روزانہ چھ سو آدمی آپ کے لنگر سے کھانا کھاتے اور ضرورت مندوں کو لباس بھی فراہم کیا جاتا۔ عوام کے علاوہ کشمیر کے بڑے بڑے علماء ومشائخ بھی فیوضات وبرکات کے حصول کے لیے حاضر ہوتے جن میں حضرت شاہ عنایت اللہ قادری، حضرت خواجہ عبدالرحیم صاحب قادری، حضرت میر افضل اندرابی اور علامہ۔ دوراں حضرت مولانا محمد افضل صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں چھ ماہ کے بعد آپ کشمیر سے واپس پشاور پہنچے اور چند ماہ پشاور میں رہ کر کابل کے دورے پر روانہ ہوئے اور کابل میں بھی لنگر شریف کا سلسلہ شروع فرمایا۔ یتیموں اور بیواؤں کے

وظائف مقرر فرماتے۔ غزنی اور ہرات بھی تشریف لے گئے اور افغانستان کے عوام علماء و مشائخ کے علاوہ گورنر کابل امیر خان بھی حلقہ ارادت میں داخل ہوا۔

آپ نے تمام عمر اسی طرح یاد الہی، تبلیغ اسلام، سنت نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت، عبادت دریافت، زہد و تقوی، خدمت خلق اور تزکیہ نفوس و تصفیہ قلوب میں بسر کرتے ہوتے 21 ذی قعد 1115 ھ کو وصال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صوبہ سرحد کی تاریخ تصوف پر نظر ڈالنے سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ سلاسل تصوف چشتیہ سہروردیہ اور نقشبندیہ کے مشائخ عظام تو پہلے سے یہاں کام کر رہے تھے لیکن حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری وہ اولین بزرگ ہیں جن کے دم قدم سے سرزمین سرحد وافغانستان میں سلسلہ عالیہ قادریہ کا فیض پھیلا

حضرت ابوالمکارم سید محمد فاضل شاہ صاحب قادری گیلانی خانیاری رحمتہ اللہ علیہ۔

آپ حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری گیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ ٹھٹھہ میں 1029 ھ میں پیدا ہوتے اور تعلیم و تربیت اپنے بڑے بھائی کے زیر سایہ مکمل کی، حضرت ابو البرکات سید حسن رحمتہ اللہ علیہ جب والد گرامی کے وصال اور مجاہدات کے بعد ہندوستان کے سفر پر روانہ ہوتے تو اپنے چھوٹے بھائی کو بھی ساتھ لیا اور سلوک و معرفت میں اپنی مانند بنا دیا۔ پھر پشاور میں بھی بڑے بھائی کے ساتھ ہی رہے اور سفر کشمیر میں بھی برادر کلاں کے ہمراہ تھے۔ چھ ماہ کے بعد جب ابوالبرکات رحمتہ اللہ علیہ پشاور واپس ہونے لگے تو کشمیر کے لوگ جمع ہو کر آہ وزاری کرنے لگے چنانچہ آن جناب نے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے رجوع کیا تو بارگاہ غوثیت سے ارشاد ہوا کہ برادر خورد شاہ محمد فاضل صاحب کو یہاں چھوڑ دیں کیونکہ ولایت کشمیر ان کے حصے میں ہے۔ چنانچہ آپ نے حسب ارشاد چھوٹے بھائی کو وہاں چھوڑا چنانچہ حضرت شاہ فاضل صاحب نے بھی اپنے بڑے بھائی

حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے لنگر جاری رکھا تبلیغ اسلام اور سلسلہ عالیہ کی ترویج واشاعت میں مصروف رہتے ہوئے 1117 ھ میں وصال فرمایا۔

آپ کے جنازے پر کشمیر کے بہت بڑے صوفی بزرگ اور شیخ طریقت حضرت میر محمد افضل اندرابی بھی شامل ہوئے جو حضرت ابوالبرکات رحمتہ اللہ علیہ کے فیض یافتہ اور مدت مدید سے خلوت گزیں تھے۔ آپ انتہائی وارفتگی کے عالم میں کبھی جنازے کے آگے ہوتے کبھی پیچھے ہوتے۔ تدفین کے بعد جب اس والہانہ کیفیت کے متعلق آپ سے پوچھا تو فرمانے لگے کہ جنازے میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ والہ وسلم معہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل تھے۔ لہذا میں کیسے اس جنازے سے پروانہ وار قربان نہ ہوتا۔

حضرت سید زین العابدین قادری گیلانی سلطان پوری ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ

آپ حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری گیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے تھے آپ کی والدہ ماجدہ کوٹلہ محسن خان کے ارباب صاحب کی صاحبزادی تھی۔ 1090 ھ میں پشاور میں پیدا ہوئے والد گرامی کے زیر سایہ تعلیم وتربیت حاصل کرکے بطور محدث فقیہہ شہرت حاصل کی۔ اکیس سال کی عمر میں والد نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں مجاز ومعنون فرمایا اور آپ اشاعت و تبلیغ اسلام کے سلسلے میں کشمیر روانہ ہوئے ہزارہ میں حویلیاں کے مقام پر موضع سلطان پور کی آب وہوا بہت پسند آئی اور یہاں پر مستقل قیام فرمایا۔ گورنر کشمیر آزاد خان درانی عقیدت مندانہ حاضر ہوا اور موضع سلطان پور آپ کی نذر کیا اور اپنی بیٹی آپ کے نکاح میں دی۔ والئی تنول سخی صوبہ خان نے ایبٹ آباد کے قریب موضع مانگل کی جائیداد کی سند لکھ کر دی آپ نے اپنے والد گرامی کے مبارک طریقہ کے مطابق لنگر جاری کیا اور یہاں پر مسجد تعمیر فرمائی اس میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ دیگر علوم کے لیے اساتذہ کا تقرر کیا جبکہ حدیث شریف خود پڑھاتے اور سالکین کو سلسلہ عالیہ قادریہ کی تعلیم وتربیت سے بھی سرفراز

فرماتے۔ آپ نے 1169ھ میں وفات پائی موضع سلطان پور میں دریائے دوڑ کے کنارے دفن کئے گئے۔ آپ ہزارہ میں میاں وڈے کے نام سے معروف ہیں۔

حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث صاحب قادری گیلانی پشاوری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ حضرت ابو البرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے ہیں آپ کی والدہ ماجدہ غوث خراسان حضرت پیر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے سید جمال الدین کی دختر فرخندہ اختر تھیں جو عبادت وریاضت اور تقوی وطہارت میں رابعہ عصر تھیں۔ محدث کبیر کی ولادت باسعادت 1091ھ میں بمقام پشاور ہوئی۔

آپ کا گھرانہ علم وفضل اور سلوک وعرفان کا مرکز تھا۔ والد گرامی کے علاوہ کئی دیگر جید علمائے کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے علوم کی تکمیل فرمائی۔ ان میں کابل کے حضرت اخوند محمد نعیم، لاہور کے حضرت حاجی محمد یار بیگ حضرت مولانا مولوی عبدالہادی حضرت مولانا محمد داد نابینا اور محدث جلیل حضرت میاں جان محمد صاحب کلاں کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں اٹھارہ سال کی عمر میں علوم متداولہ سے فراغت کے بعد والد ماجد کے زیر سایہ سلوک ومعرفت کی تربیت حاصل کی اور انہوں نے چھ سال تک عالم تنہائی میں اپنی نگرانی میں مجاہدات وریاضات کروانے کے بعد درجہ کمال تک پہنچایا اور مسند ارشاد پر متمکن فرما کر منشور خلافت سے نوازا۔

آپ نے اپنی آبائی خانقاہ اور مدرسے کو اعلیٰ بنیادوں پر استوار فرمایا۔ اسے یہاں تک وسعت دی کہ مشرق کی طرف لاہور دہلی اور مغرب کی طرف غزنی ہرات اور سمرقند وبخارا تک طلباء حصول علم کے لیے پشاور پہنچنے لگے۔ حدیث شریف کا درس آپ خود دیا کرتے۔ حدیث شریف پڑھاتے پڑھاتے آپ نے اصح الکتاب بعد القرآن " صحیح بخاری شریف " کی شرح لکھنے پر توجہ مبذول فرمائی اور پشاور میں بیٹھ کر یہ عظیم الشان شرح فارسی میں " شرح غوثیہ " کے نام سے قلم بند فرمائی۔ حضرات محدثین

کرام نے اسے انتہائی عالمانہ وعارفانہ شرح قرار دیا ہے اور اس کے متعلق گراں قدر خیالات کا اظہار کیا ہے۔ حضرت علامہ محدث جلیل صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب خلیفہ مجاز سید جماعت علی شاہ صاحب نقشبندی رحمہا اللہ فرماتے ہیں "گویا لوح محفوظ آپ کے سامنے تھی جبکہ آپ یہ کتاب لکھ رہے تھے۔" حضرت مولانا عبدالحق صاحب محدث درمنگوی کا قول ہے کہ "یہ شرح بخاری کی دیگر شروح سے بے نیاز کر دیتی ہے" حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا قول ہے کہ "یہ شرح اپنی نظیر آپ ہے" اس عظیم الشان شرح کے تین پارے دستیاب ہوتے ہیں ان میں سے پہلے پارے کا اردو ترجمہ مع فارسی متن کے عکسی ایڈیشن کلاں قبلہ وکعبہ استاذی ومرشدی حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی مدظلہ العالی نے شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کی طرف سے شائع کیا ہے۔ دوسرے پارے کا ترجمہ کتابت ہو رہا ہے۔ جبکہ تیسرے پارے کا ترجمہ شروع کیا جا چکا ہے۔

محدث کبیر نے تصوف پر "دربیان کسب وسلوک وبیان طریقت وحقیقت" نامی کتاب تحریر فرمائی اس کا بھی اردو ترجمہ مدیر اعلی الحسن کر چکے ہیں لیکن ابھی طبع نہیں ہوا علاوہ ازیں اسرار التوحید، ذکر جہر اور اصول حدیث پر عربی زبان میں رسائل لکھے۔ فصوص الحکم اور قصیدہ غوثیہ شریف کی شرح بھی تحریر فرمائیں۔ قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی تھی لیکن یہ تفسیر اور کئی دیگر تصانیف جن کا ذکر تحریروں میں ملتا ہے دست بردزمانہ کے ہاتھوں محفوظ نہ رہ سکیں۔

آپ کی تصانیف کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو مجتہدانہ صلاحیتوں سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا چنانچہ آپ نے وسیع مطالعے اور خداداد قابلیت کو بروئے کار لاتے ہوئے فقہ وحدیث اور شریعت وطریقت میں تطبیق فرمائی۔ آپ نے ایک طرف علمائے ظواہر کی رہنمائی کرتے ہوئے انھیں روحانی دنیا کے اسرار ورموز سے آگاہ فرمایا تو دوسری طرف تصوف کے نام پر صوفیان خام نے جو آزاد روی اور بے اعتدالی شروع کر رکھی تھی اس کو ختم کرنے اور لوگوں کو حقیقی تصوف سے روشناس کرنے کے لیے بھرپور اقدامات کیے۔ الغرض آپ کی شخصیت شریعت وطریقت کا

حسین و بہترین امتزاج اور اس شعر کا اعلیٰ ترین نمونہ تھی

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق ہر ہوسنا کے ندانہ جام وسنداں باختن

چونکہ لاہور کو اُس زمانے میں بھی مرکزی حیثیت حاصل تھی لہذا آپ نے پشاور میں درسی و خانقاہی ذمہ داریاں خلفائے کرام کے سپرد کر کے خود لاہور کا رخ کیا اور بیرون دہلی دروازہ ایک عظیم الشان دینی وروحانی مرکز قائم فرمایا جس سے پنجاب کے علاوہ کشمیر سندھ اور دہلی تک کے طلباء وسالکین اور عوام وخواص مستفیض ہونے لگے۔ آپ نے 1173 ھ میں لاہور میں انتقال فرمایا مزار اقدس بیرون دہلی دروازہ مرجع خلائق ہے۔ مزار کے ساتھ ایک خوبصورت مسجد اب بھی قائم ودائم ہے۔ آپ کی دینی و علمی خدمات پر محترمہ ڈاکٹر اُم سلمیٰ گیلانی سلمہا نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ڈاکٹریٹ کی ہے یہ مقالہ شائع ہو چکا ہے۔ موصوفہ قبلہ وکعبہ بقیتہ السلف حجتہ الخلف حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی کی صاحبزادی ہیں۔

حضرت میر شاکر شاہ صاحب قادری گیلانی رحمتہ اللہ علیہ۔

حضرت محدث کبیر کے فرزند ارجمند تھے آپ کی ولادت باسعادت پشاور میں ہوئی۔ والد گرامی کے علاوہ پشاور اور افغانستان کے جید علماء سے علوم متداولہ کی تکمیل کی اور والد محترم سے بیعت کرنے کے بعد انتہائی سخت ریاضتیں اور مجاہدے کئے۔ اسباق کی تکمیل اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں اجازت وخلافت کے بعد حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے باطنی ارشاد کے مطابق۔ جہلم کے اندرونی علاقہ تحصیل پنڈدادن خان میں ڈھیری ملیاراں کے قریب پہاڑ میں مقیم ہو کر یاد الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ کچھ ہی عرصے میں تمام علاقے میں شہرت پھیل گئی۔ چک مجاہد، چک شادی، ہرن پور، جلال پور، دارا پور اور گردونواح کے تمام مضافات سے غرباء ومساکین اور نمبردار وراجے وغیرہ حاضر خدمت ہو کر فیض یاب ہونے لگے۔ آپ نے بزرگوں کی روش کے مطابق لنگر جاری کیا اور علاقے کا دورہ کر کے مختلف دیہاتوں میں مساجد قائم کیں

ان میں امام وخلفاء کا تقرر کیا تاکہ قرآن حکیم اور دینی تعلیم کے ہمراہ سلوک و معرفت کی تربیت بھی دی جائے۔ چنانچہ تمام علاقہ یاد الٰہی سے منور ہوگیا۔ آپ نے 1183 ھ میں وصال فرمایا اور ڈھیری ملیاراں جلال پور شریف کے ساتھ ملحق پہاڑ پر آپ کا مزار فیض آثار موجود ہے اس وقت یہاں پر آپ کی اولاد امجاد سے حضرت سید ولایت شاہ صاحب پیر آغا سید امیر شاہ صاحب اور جناب آغا پیر عباس شاہ صاحب گیلانیہ بقید حیات ہیں، موخرالذکر قبلہ وکعبہ حضور مولوی جی صاحب کے صاحبزادے سید نورالحسنین قادری گیلانی المعروف سلطان آغاجی کے سسر ہیں۔ نہایت متقی، اور بزرگانہ اوصاف کے حامل ہیں سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضور مولوی جی صاحب سے دست گرفتہ اور فیض یافتہ ہیں۔

حضرت علامہ شیخ الطریقت میر سید عابد شاہ صاحب قادری گیلانی رحمتہ اللہ علیہ۔

آپ محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث صاحب قادری گیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں 1111 ھ میں پشاور میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ علوم عقلیہ ونقلیہ کی تعلیم والد کے علاوہ پشاور اور افغانستان کے جید علمائے کرام سے حاصل کی علم ظاہری سے فراغت کے بعد والد گرامی سے بیعت کرکے والد محترم کی نگرانی میں مجاہدات وریاضات کرکے سلوک وعرفان کی منازل طے کیں اور مسند ارشاد پر فائز ہوکر کشمیر تشریف لے گئے۔ اسلاف کرام کی سنت کے مطابق لنگر جاری کرکے درس وتدریس اور دعوت وارشاد کا سلسلہ شروع فرمایا۔ بہت مختصر عرصے میں آپ کی شہرت تمام کشمیر میں پھیل گئی اور سارا کشمیر امڈ پڑا، درانی خاندان کے گورنر کشمیر نے تیرہ دیہات کی جائیداد آپ کے نام کردی اور ان کی آمدنی غرباء ومساکین پر صرف ہونے لگی۔ اہل کشمیر میں آپ کو اس قدر اثر ورسوخ حاصل ہوگیا کہ جب بھی کسی حاکم، امیر یا وزیر کو تبدیل کرنے کی ضرورت پیش آتی تو یہ کام آپ کے ساتھ مشورے کے بعد کیا جاتا۔ آپ نے 13 ربیع الاول 1193 ھ میں وفات پائی آپ کی تاریخ وفات "۔ ہشت ہشت جائے او" بنتی ہے۔ مزار اقدس کشمیر میں ہے۔

حضرت قدوۃ السالکین علامہ کبیر سید موسیٰ شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ حضرت میر سید محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد والد محترم کے دست اقدس پر بیعت کر کے عبادت میں مشغول ہو گئے۔ تیس برس تک یکسوئی کے عالم میں ریاضت کی۔ پانچ سال تک کشمیر کے جنگلوں اور بیابانوں میں طلب حق کے لیے پھرتے رہے اور بڑے بڑے اکابر فقراء وصلحاء سے فیض حاصل کیا۔ والد ماجد سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں خلافت حاصل کرنے کے بعد درس و تدریس شروع کی اور ان کے انتقال کے بعد خانقاہ کے انتظامات بھی آپ کی نگرانی میں آگئے۔ چنانچہ سالکین کی روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی برابر جاری رکھا اور لنگر کو وسعت دی۔ آپ کی خانقاہ معلیٰ کشمیر میں علوم شریعت اور سلوک ومعرفت کا بہترین مرکز و محور تھی۔ آپ کے اخلاق حمیدہ سخاوت اور فیوض وبرکات کا شہرہ کشمیر میں ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ آپ نے 7 جمادی الثانی 1236 ھ میں وفات پائی اور سری نگر کشمیر میں دفن ہوئے۔

حضرت شیخ العلماء والفقراء سید عیسیٰ شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ حضرت سید موسیٰ شاہ صاحب کے فرزند ارجمند تھے۔ سری نگر میں پیدا ہوئے۔ علوم متداولہ اور سلوک ومعرفت کی تعلیم و تربیت والد گرامی قدر سے حاصل کی اور سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ میں اجازت وخلافت حاصل کرنے کے بعد حضرت سیدنا غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر کشمیر سے پشاور روانہ ہوئے۔ لاہور میں محدث کبیر کے مزار پر انوار پر حاضری دی۔ جہلم میں حضرت میراں شاکر شاہ صاحب کے مزار اقدس پر بھی حاضر ہوئے۔ اثنائے سفر میں دیگر بزرگان کرام کے مزارات پر حاضر ہوتے رہے علماء ومشائخ اور فقراء ومجاذیب سے ملتے ہوئے پشاور میں جلوہ افروز ہوئے اور یوں محدث کبیر کی لاہور روانگی کے بعد حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کا انتظام جو خلفاء

اور ان کی اولاد کے ہاتھوں میں تھا آپ نے پشاور میں مستقل قیام فرما کر اس قدیم مرکز علم و عرفان کو رونق بخشی اور خانقاہ عالیہ کے انتظامات خود سنبھالتے ہوئے اعلیٰ بنیادوں پر اس کا اہتمام فرمایا لنگر شریف کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا اور درس و تدریس و تربیت سالکین میں مصروف ہو گئے اہل پشاور نے بھی آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ہر طرف سے پروانہ وار لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہونے لگے۔ آپ کو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ والہانہ عشق تھا جب بھی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اسم گرامی لیا جاتا تو آپ پر رقت طاری ہو جاتی۔ عشق و محبت کے اسی جذبہ صادقہ کی بناء پر اہل پشاور کے باسی آپ کو "اویس قرنی ثانی" کہہ کر پکارنے لگے۔

درس و تدریس تربیت سلوک و معرفت اور خدمت خلق کرتے ہوتے آپ نے 12 شعبان 1256ھ میں وصال فرمایا اور حضرت ابولبرکات سید حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔

حضرت زبدۃ العارفین سید شاہ غلام صاحب قادری گیلانی المعروف آغا میر جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ حضرت سید عیسیٰ شاہ صاحب کے بڑے صاحبزادے تھے۔ اپنے والد ماجد کے علاوہ علاقے کے دیگر علمائے کرام سے علم حاصل کیا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ میں والد ماجد سے بیعت ہو کر اجازت وخلافت حاصل کی اور درس کا سلسلہ شروع کر کے مسند افتاء بھی سنبھالی۔ سرحد کے علاوہ کابل، قندھار اور ہرات کے طلباء آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنا اپنی خوش نصیبی سمجھتے سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ کو خوب فروغ دیا افغانستان، کشمیر، پنجاب اور بنگال تک آپ کے مریدین و عقیدت مندوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا آپ کا لنگر بھی بہت وسیع تھا جس سے سینکڑوں غرباء و مساکین مستفید ہوتے شب جمعہ کو آپ نے ذکر الٰہی کا حلقہ قائم فرمایا۔ علماء و مشائخ اور سادات کرام کا بے حد احترام کرتے تھے۔ چنانچہ سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل بمعہ لشکر کے جب جہاد کے سلسلے میں پشاور پہنچے تو آپ نے ان کا پر تپاک خیر

مقدم کیا اور انہوں نے تین دن تک پشاور میں قیام کیا تو اس عرصے میں ان کے کھانے کا اہتمام آپ نے اپنے لنگر شریف سے کیا۔ لیکن بعد میں مذہبی عقائد کے اختلاف پر ان سے الگ ہو گئے۔ آپ کی طرف سے محدثین کی اس مہمان نوازی کا ذکر مولانا فضل رسول صاحب بدایونی نے اپنی کتاب سوط الرحمن علی قرن الشیطان کے صفحہ 178 ، حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی نے تذکرہ علماء ومشائخ سرحد ج اص 133 پر جبکہ پیام شاہجہان پوری نے اپنی کتاب شہادت گاہ بالاکوٹ کے صفحہ 273 پر کیا ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ عالم وفاضل اور سلوک ومعرفت کے شاہسوار ہونے کے علاوہ فارسی کے بہترین شاعر بھی تھے۔ آپ کی شاعری میں عشق الہی کی تڑپ، محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سوز اور حضور سیدنا پیران پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کی عقیدت موجزن ہے۔

اپنے نسبی اور روحانی تعلق کا ذکر کرتے ہوئے بارگاہ رسالت میں یوں عرض پرداز ہیں۔

سگے سید حسن ہستم گرفتہ درازل رستم　　زشوقت من ہمیں مستم اغثنایاشہہ جیلاں

غلام حضرت فاضل سگم ازغوث حق کامل　　زحق ایں فیض شد نازل اغثنایاشہہ جیلاں

بحضرت عابدوباقر بحضرت مداہ آں شاکر　　بسید موسٰی ذاکراغثنایاشہہ جیلاں

سزد اے عیسٰی عالی چرا اے میر جی نالی　　کہ داری ایں چنیں والی اغثنایاشہہ جیلاں

آپ نے مناجات بھی لکھی ہیں جنھیں بہت مقبولیت حاصل ہوئی اور وہ اکثر عرس وغیرہ کی تقریبات پر پڑھی جاتی ہے۔ علم ومعرفت کا یہ پیکر 20 شعبان 1282 ھ کو خالق حقیقی سے جاملا اور حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

غازی اسلام حضرت سید اکبر شاہ صاحب قادری گیلانی المعروف آقا پیر جان صاحب رحمتہ اللہ علیہ۔

آپ حضرت سید عیسیٰ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ پشاور میں 1205 ھ میں تولد ہوئے۔ آپ کا گھرانہ علم و فضل اور سلوک و معرفت کا سرچشمہ تھا۔ والد کے زیر سایہ پشاور کے جلیل القدر علمائے کرام سے علوم مروجہ کی تکمیل کر کے عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ مشکل ترین مجاہدات کئے اور سلوک کی منازل طے کرنے کے بعد برادر اکبر حضرت سید غلام شاہ المعروف آغا میرجی صاحب سے سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ میں بیعت و خلافت حاصل کی اور ان کے شانہ بشانہ اشاعت اسلام اور ترویج سلسلہ قادریہ حسنیہ میں مشغول ہو گئے۔ اس مقصد کے لیے صوبہ سرحد کے علاوہ کشمیر پنجاب ہندوستان افغانستان اور عرب ممالک کا سفر اختیار کیا اور لوگوں کو دین اسلام کی تبلیغ وعظ و نصیحت اور سلوک و معرفت کی تعلیم دیتے رہے۔

آپ اسلام کے جذبہ جہاد سے بدرجہ اتم سرشار تھے اور مجاہدین ہند جب جہاد کی غرض سے پشاور پہنچے تو آپ نے بڑے بھائی کے ہمراہ ان کے ساتھ بھرپور تعاون کیا اور ہر قسم کی امداد و اعانت فرمائی۔ اور آپ کی کوششوں سے انھیں سکھوں کے خلاف کامیابی حاصل ہوئی لیکن بعد میں مذہبی اختلاف کی بناء پر بڑے بھائی کی اتباع میں آپ بھی ان سے الگ ہو گئے۔

آپ سنت مطہرہ اور اتباع شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر سختی سے کاربند تھے چنانچہ ایک مرتبہ ہندوستان میں ایک ایسے خدا رسیدہ مجذوب سے ملاقات ہوئی جس کی ڈاڑھی نہیں تھی اور جو بھی اس کے پاس جاتا وہ اسے ایک ہی جملہ کہتا کہ "خدائے ما بے ریش است" اس کی زبان میں اس قدر تاثیر تھی کہ سننے والا فوراً باہر نکل کر داڑھی منڈھوا دیتا آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے خلیفہ سید سکندر شاہ صاحب اور چند دیگر عقیدت مندوں کے ساتھ اس کی مجلس میں حاضر ہوئے تو اس مجذوب نے یہی بات کہی کہ

"خدائے ما بے ریش است"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً اپنی داڑھی مبارک پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ارشاد فرمایا "محمد ما باریش است" یہ جوب سن کر اس نے مستانہ وار ایک نعرہ لگایا، جاکر اپنی قیام گاہ میں بند ہوگیا، جب اس کی داڑھی بڑھ گئی تب باہر نکلا۔ اوراس کے بعد کبھی داڑھی نہیں منڈھوائی۔

آپ کی دینی حمیت کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سکھوں کے عہد حکومت کے دوران ایک سکھ حاکم اور اس کے دو سکھ ساتھیوں نے دین اسلام کی توہین کی آپ کی دینی غیرت سے یہ گوارا نہ ہوسکا اور اسی وقت تینوں سکھوں کو قتل کردیا۔ چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اہالیاں پشاور کے دینی روحانی پیشوا تھے اور اہل پشاور کو آپ کی ذات اقدس سے بے انتہا عقیدت تھی چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس غازی اسلام کا خوف سکھ حکمرانوں پر اس طرح مسلط فرمایا کہ وہ عوام کی بغاوت کے ڈر سے خون کے گھونٹ پی کر خاموش رہ گئے اور آپ کو گرفتار نہ کر سکے۔ آپ نے پشاور کے علاقہ یکہ توت میں علم وعرفان کا جو مرکز قائم فرمایا تھا آج بھی آستانہ عالیہ آقا پیر جان صاحب کے نام سے پاکستان میں مشہور ہے جو طالب علموں کے لیے درس گاہ سالکین کے لیے تربیت گاہ مریدین کے لیے جائے پناہ اور ناآسودہ وبے چین روحوں کی آرام گاہ ہے۔ غریبوں، مسکینوں، ناداروں اور بے نواؤں کی امیدوں کا مرکز ہے۔ ڈاکٹروں حکیموں اور اطباؤں سے مایوس ہونے والے مریضوں کا شفاخانہ ہے دن رات دکھ درد کے مارے ان لوگوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ سارا دن قرآن وحدیث اور فقہ وتصوف کا درس جاری رہتا ہے۔ غوثیہ لنگر بھی چل رہا ہے۔ ذکر ونعت خوانی کی تقریبات معمول کے مطابق منعقد ہورہی ہیں بزرگوں کے ایام باقاعدگی سے منائے جارہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا کام بھی عروج پر ہے۔ پندرہ روزہ الحسن دینی صحافت کے آسمان کا درخشندہ ستارہ بن کر چمک رہا ہے۔

آستانہ عالیہ قادریہ حسنیہ آقا پیر جان صاحب پر یہ تمام ذمہ داریاں گزشتہ نصف صدی سے قبلہ وکعبہ استاذی ومرشدی حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔ آپ کی حکیمانہ بصیرت علم وفضل اور توجہ کاملہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ کے

فیوض وبرکات مملکت خداداد پاکستان سے نکل کر یورپ وامریکہ تک پہنچ چکے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالی خانوادہ عالیہ قادریہ گیلانیہ حسنیہ کی اس نابغہ روزگار ہستی کو عمر دراز عطا فرماتے تاکہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ کے علمی وروحانی فیوض سے مستفیض ہوتی رہی۔ آمین ثم آمین

وبجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

کتابیات

1) سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی، تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ، عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور 1972۔ 168 ص

2) سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی، تذکرہ علماء ومشائخ سرحد، عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور 1382 ھ 291 ص

3) سید غلام شاہ قادری گیلانی، خوارق عادات اردو ترجمہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی، مکتبہ الحسن یکہ توت پشاور 1983۔ ,92 ص

4) ڈاکٹر شیر بہادر خان، تاریخ ہزارہ، دارالشفا ایبٹ آباد 1980۔ 656 ص

5) ڈاکٹر ام سلمٰی گیلانی، محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث کی دینی وعلمی خدمات، مکتبہ الحسن یکہ توت پشاور 1990۔ 354 ص

6) پیام شاہجہان پوری، شہادت گاہ بالاکوٹ، ادارہ تاریخ وتحقیق لاہور، 1971۔ 356 ص

7) اعجاز الحق قدوسی، تذکرہ صوفیائے سرحد، مرکزی اردو بورڈ لاہور، 1966۔ 680 ص

قطب وقت حضرت آقا پیر جان صاحب اور معاصر علماء و مشائخ رحمھم اللہ علیھم اجمعین

نیک محمد قادری

حضرت سید اکبر شاہ صاحب المعروف آقا سید پیر جان صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنے بڑے بھائی شیخ وقت حضرت سید غلام صاحب المعروف آغہ میرجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ میں خلافت حاصل کر کے صاحب مجاز و منعن ہوئے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے وہ ولی کامل تھے جن کی ساری زندگی شریعت کی اتباع میں گزری۔ آپ نے سلوک اور معرفت کی منازل طے کرنے کے لئے انتہائی سخت ریاضت اور مجاہدے کئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ کی اشاعت و تبلیغ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ جگہ جگہ کی سیر و سیاحت کی اشاعت دین کے سلسلے میں آپ نے کشمیر۔ ہندوستان۔ کابل (افغانستان) اور دیگر عرب ممالک کے سفر کئے۔ آپ بڑے عالم و فاضل، زاہد و عابد اور قطب وقت اور کثیر الکرامت تھے۔ آپ کی وفات ۱۳۱۵ھ میں ہوئی۔

زیر نظر صفحات میں آپ کے چند ان معاصر علماء اور مشائخ عظام کے حالات پیش کئے جا رہے ہیں۔ جن کے ساتھ آپ کے قریبی مراسم تھے۔

غوث زمان حضرت عبدالغفور صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ

۱۲۰۹ھ تا ۱۲۹۵ھ

آپ کا اسم گرامی عبدالغفور صاحب ہے۔ شیخ الاسلام، غوث زمان، قطب العارفین اور اخون

صاحب سوات کے القاب سے مشہور ہیں۔ آپ کی ولادت مبارک ۱۲۰۹ھ (۱۷۹۴ء) میں ہوئی۔ آپ افغان قبائل میں ایک معزز قبیلہ صافی مہمند سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت عبدالغفور صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو ابتدائی عمر سے دینی تعلیم حاصل کرنے کا شوق تھا۔ ابتدائی تعلیم ضلع مردان میں مشہور عالم مولانا عبدالحکیم سے حاصل کی۔ پھر پشاور شہر میں گنج والے حافظ صاحب کی خدمت بابرکت میں پہنچے۔ اور تقریباً ۴ برس آپ کی صحبت میں رہ کر سند فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد آپ کو تلاش حق کا شوق دامن گیر ہوا۔ آپ پشاور میں قطب وقت حضرت جی صاحب پشاوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے باطنی فیض حاصل کیا۔ کچھ عرصہ بعد موضع تورڈھیری ضلع مردان میں حضرت شیخ المشائخ محمد شعیب صاحب کی خدمت میں پہنچ کر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہو کر ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہوئے اور دریائے کابل اور دریائے سوات کے جنگلوں میں بارہ برس تک زہد و عبادت میں گزارے۔

اس کے بعد آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو ہر چہار سلاسل یعنی سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ نقشبندیہ اور سہروردیہ میں ماذون اور صاحب مجاز فرمایا۔

صاحب مجاز ہونے کے بعد آپ نے عوام الناس کو رشد و ہدایت کا درس دینا شروع کیا۔ آپ گاؤں گاؤں پھر کر اتباع شریعت کی تلقین کرتے۔ آپ کی مساعی جملیہ سے صوبہ سرحد، افغانستان اور ہندوستان میں سلسلہ عالیہ قادریہ کو بہت عروج حاصل ہوا۔ ۱۲۶۲ھ (۱۸۴۵ء) میں آپ نے سوات بمقام سیدو شریف مستقل سکونت اختیار کی۔ حضرت عبدالغفور صاحب نہ صرف عظیم المرتبت درویش تھے بلکہ جذبہ حریت سے سرشار اور ملت اسلامیہ کے سچے خدمت گزار بھی تھے۔ آپ نے اس علاقے سے سکھوں کو نکالنے کے لئے تحریک مجاہدین میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور سکھوں کو اس علاقے سے باہر نکالا مگر جب عقائد کا مسئلہ آیا تو حضرت آقا پیر جان صاحب رحمتہ اللہ علیہ، آپ خود سرحد کے دیگر مشائخ عظام اور علمائے اہلسنت اس تحریک سے الگ ہو گئے اور کھلم کھلا ان کے عقائد کا رد کیا اور ان سے اختلاف کیا۔ بلکہ آپ کے خلفاء نے آپ کے ایماء پر ان عقائد کے خلاف مبسوط کتابیں لکھیں۔ آپ کے

مریدین لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد تقریباً ۴۵۰ بتائی جاتی ہے۔ آپ کے مکشوفات اور کرامات بے حد و بے حساب ہیں۔ آپ مقام غوثیت پر فائز تھے۔ حضرت عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجاہد اسلام پیکر عزم واستقلال، مجسمۂ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، غوث وقت ۷ محرم الحرام ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۲ جنوری ۱۸۷۷ء بروز پیر واصل بحق ہوئے اور سیدو شریف (سوات) میں دفن کئے گئے۔ آپ کے مزار پر ہزاروں زائرین آکر اپنی اپنی اہلیت کے مطابق فیض حاصل کرتے ہیں۔

حضرت شیخ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۲۱۴ھ تا ۱۳۰۰ھ

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کا شمار سلسلہ چشتیہ کے عظیم ترین بزرگوں میں ہوتا ہے۔ آپ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب ترین خلفاء میں سے تھے۔ آپ نے سلسلہ چشتیہ کی اشاعت اور تبلیغ دین میں مسلسل اور پر خلوص جدو جہد کی۔ آپ جامع شریعت و طریقت تھے۔ حضرت خواجہ صاحب کی ولادت مبارک ۱۲۱۴ھ بمطابق ۱۷۹۹ء کو سیال شریف میں ہوئی۔ جس دور میں آپ پیدا ہوئے وہ سکھوں کا دور تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ سکھوں کا رویہ بہت ظالمانہ تھا۔ ایک مرتبہ آپ کے والد میاں محمد یار کو سکھوں نے گرفتار کرلیا تھا۔ اور آپ کے خاندان کو ہوشربا مصائب برداشت کرنے پڑے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب نے سات برس کی عمر میں قرآن پاک ختم کیا۔ اور پھر مکھڈ تشریف لے گئے اور وہاں مولوی علی محمد صاحب کی صحبت میں رہ کر تیرہ برس میں مروجہ علوم کی تکمیل کی۔ اس کے بعد آپ کو کابل جانے کا موقع ملا۔ کابل میں آپ معروف و متبحر عالم جناب حافظ دراز صاحب سے ہدایہ شریف اور حدیث شریف کی سند حاصل کرکے اپنے استاد کے پاس مکھڈ واپس آگئے۔ اور مولوی علی محمد کی صحبت بابرکت میں رہنے لگے۔ ایک دن مولوی علی محمد صاحب، خواجہ سیالوی صاحب

کو اپنے ساتھ لے کر خواجہ پیر پٹھان سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ پیر پٹھان نے دونوں کو مرید کرلیا۔ اور کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد شاگرد اور استاد دونوں مکھڈ واپس آگئے سال میں کئی کئی بار تونسہ شریف جاتے تھے اور فیوض باطنی سے مالا مال ہو کر واپس ہوتے۔ حضرت خواجہ سیالوی نے اپنے مرشد کے ہمراہ ۱۴ مرتبہ مہار شریف کا سفر کیا۔ تقریباً ۳۶ (چھتیس) سال کی عمر میں خواجہ تونسویؒ نے آپ کو خلافت سے نوازا۔ اس کے بعد سیال شریف میں مقیم ہو کر آپ نے رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ اور ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے آپ سے اخذ فیض کیا۔ آپ نے ۱۸۴۲ء میں سیال شریف میں ایک بڑی اسلامی درسگاہ کی بنیاد رکھی۔ آپ کے ظاہری و باطنی فیض کا نتیجہ یہ ہوا کہ پنجاب کے امراء کا ایک بڑا گروہ آپ کی حلقہ ارادت میں داخل ہوا۔

آپ کے ارشاد و تلقین سے پنجاب کے ہزاروں گمراہ لوگوں نے ہدایت پائی۔ آپ کے خلفاء ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے اور رشد و ہدایت کے چراغ روشن کئے۔ یہاں تک کہ ایک بار پھر صوفیہ متقدمین کی خانقاہوں کے نقشے آنکھوں کے سامنے پھر گئے۔

آپ کے کامل خلفاء کی تعداد تقریباً ۳۴ ہے۔ ان میں سے دو قابل ذکر خلفاء پیر سید غلام حیدر علی شاہؒ جلال پوری اور پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ ہیں۔ حضرت خواجہ سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال مبارک ۲۱ صفر ۱۳۰۰ھ کو سیال شریف میں ہوا۔

حضرت آغہ میر جانی صاحب قلندر رحمتہ اللہ علیہ

۱۲۱۷ھ تا ۱۳۰۰ھ

آغہ میر جانی صاحب قلندر ان اولیاء میں سے ہیں۔ جن کی شہرت اور عظمت سے پشاور کا ہر خاص و عام آگاہ ہے۔ آپ قلندرانہ مشرب رکھتے تھے۔ سلسلہ فقر میں یہ مقام بہت بلند تصور کیا جاتا ہے

کیونکہ قلندر کی ولایت کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور سے ہوتا ہے۔ اس لئے طریقت میں یہ ولایت کا خصوصی مقام شمار کیا جاتا ہے۔ آپ کا اسم شریف آغہ میر جانی شاہ صاحب لقب قلندر اور آپ کے والد کا اسم گرامی سید نجم الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ تھا۔ آپ کے والد کا شمار اپنے وقت کے برگزیدہ اولیاء اللہ میں کیا جاتا تھا۔ آپ کا تعلق بخاری خاندان سے ہے۔ آپ کے ایک چچا سید شاہ صاحب جن کا مزار شریف ضلع جہلم (پنجاب) موضع کانسی ملال میں ہے اور دوسرے چچا سید محمد شاہ صاحب جن کا مزار پشاور چھاؤنی میں مال روڈ پر واقع ہے۔

حضرت آغہ میر جانی شاہ صاحب مجذوب الحال تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس وقت بھی علامہ عصر میاں صاحب آسیا والے یعنی میاں غلام جیلانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس راستے سے گزرتے جہاں آپ کا مکان تھا۔ تو حضرت غلام جیلانی صاحب دور گھوڑے سے اتر جاتے اور فرماتے کہ آگے قلندر بادشاہ کا گھر ہے۔ ادب کرو ادھر آغہ میر جانی شاہ صاحب فرماتے کہ یہ چلم و چرس ہٹا دو کہ علم کا بادشاہ آرہا ہے۔ اور آپ کو ملنے اپنے حجرہ سے باہر نکل آتے۔ آپ سے سینکڑوں کرامات کا ظہور ہوا۔ اس لئے آپ کے ارد گرد ہر وقت مخلوق کا ازدحام رہتا تھا۔

مگر آپ کسی کی پرواہ نہ کرتے اور اپنے جذب و مستی میں مست رہتے۔

من آن عثمان مروندی کہ یار شیخ منصورم   تماشہ می کند خلقے و من بردار می رقصم

(حضرت لعل شہباز قلندر رح)

آپ کی وفات ۱۳۰۰ھ بمطابق ۱۹۰۰ء میں پشاور میں ہوئی۔

آپ کا مزار مبارک یکہ توت دروازہ کے باہر مرجع خلائق ہیں۔

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۴۱ھ تا ۱۳۱۹ھ

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ ماہ ذوالحجہ ۱۲۴۱ھ کو بمقام تونسہ شریف پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی حضرت پیر پٹھان شاہ سلیمان صاحب تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو مولوی محمد امین صاحب کے حلقہ درس میں بھیج دیا۔ مولوی محمد امین صاحب ایک متبحر عالم دین تھے۔ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی ؒ نے آپ سے قرآن پاک ختم کیا۔ اس کے علاوہ فارسی نظم، عربی، صرف و نحو کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت خواجہ صاحب نے آپ سے سند حدیث بھی حاصل کی۔ ابتدائی زمانہ میں حضرت خواجہ صاحب نہایت شاہانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ کو اچھے لباس پہننے کا شوق تھا۔ اچھی اچھی گھوڑیاں سواری میں رکھتے تھے۔ جب بڑے ہوتے تو ان سب چیزوں سے منہ پھیر لیا۔ اور نہایت سادہ زندگی بسر کرنے لگے۔ جب علوم کی تکمیل کی۔ تو دادا نے آپ کو سلوک و معرفت کی تعلیم کے لئے خود اپنے پاس بلایا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت خواجہ صاحب نے آپ سے پوچھا کہ کیا مانگتا ہے کہ میں عطا کروں۔ اس پر آپ نے حضرت شیخ کے قدم مبارک پر سر رکھا اور عرض کیا۔ "بابو! من از تو ہیچ چیز دیگر نمی خواہم۔ پس ہمیں می خواہم کہ نعلین فقیران ترا راست کنم"۔

یہ جملہ سن کر حضرت پیر پٹھان رحمتہ اللہ علیہ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اور آپ کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

ونفخت فیہ من روحی ۔ یہ فرماتے ہی حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کا فیض باطنی حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے قلب روح میں منتقل ہو گیا۔

شاہ غلام نظام الدین صاحبؒ فرزند کالے صاحب نے خواجہ اللہ بخش کے سر پر دستار باندھ کر آپ کو سجادہ مشیخت پر بٹھایا۔ حضرت خواجہ اللہ بخشؒ ایک طویل عمر تک اپنے دادا حضرت پیر پٹھان شاہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی طرح روحانی اصلاح و تربیت میں کوشاں رہے۔ در حقیقت انیسویں صدی میں سلسلہ چشتیہ کو جو فروغ اور شہرت حاصل ہوئی وہ آپ ہی کے دم سے ہوئی۔ آپ علم و عمل، لطف و کرم۔ زہد و اتقا کا مجسمہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ اور آپ نے ان خوبیوں اور صلاحیتوں کو آخری دم تک سلسلہ کی نشر و اشاعت میں استعمال کیا۔

حضرت خواجہ اللہ بخش رحمتہ اللہ نے ۲۹ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ بمطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۰۱۔ کو وصال فرمایا۔ آپ کے تین فرزند تھے۔ حافظ موسیٰ۔ حافظ احمد اور حافظ محمود۔ حافظ موسیٰ آپ کے بعد آپ کے مسند نشین ہوتے۔

حضرت علامہ حافظ محمد احسن صاحب
المعروف حافظ دراز صاحب رحمتہ اللہ علیہ
(۱۲۰۲ھ تا ۱۲۶۳ھ)

آپ کا اسم گرامی محمد احسن تھا۔ حافظ دراز اور استاد العلماء کے لقب سے مشہور تھے۔ والد گرامی کا نام محمد صدیق اور دادا کا محمد اشرف تھا۔ پنجاب کے علاقہ خوشاب کے باشندے تھے۔ آپ کا تمام گھرانہ کلام الٰہی کا حافظ تھا۔ آپ حفظ قرآن اور حصول علم کے بعد پشاور میں مستقل طور پر قیام پذیر ہوتے اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے علم و فضل کا شہرہ سرحد سے سمر قند تک پہنچ چکا تھا۔ کابل، قندہار۔ غزنی ہرات اور سمر قند و بخارا تک کے طلباء اکتساب علم کے لئے حاضر ہوتے۔

سکھوں کے مقابلے میں محدثین ہندوستان کا بھرپور ساتھ دیا لیکن پشاور پر قبضے کے بعد ان لوگوں کے ساتھ عقائد اہلسنت پر اختلاف پیدا ہوا۔ اس سلسلے میں مولانا اسماعیل دہلوی نے آپ کو خطوط بھی لکھے جن کا ذکر غلام رسول مہر نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ لیکن یہ اختلاف شدت اختیار کر گیا اور آپ نے محدثین ہندوستان سے الگ ہو کر سرحد کے راسخ العقیدہ مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔

آپ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ بخاری شریف کی شرح منح الباری کے نام سے فارسی میں لکھی۔ اس کا قلمی نسخہ پشاور یونیورسٹی کے کتب خانے میں موجود ہے سورۃ یوسف کی تفسیر لکھی جس کا قلمی نسخہ اسلامیہ کالج کی لائبریری میں ہے اور اسے حال ہی میں ایک طالب علم نے پی ایچ ڈی کے لئے ایڈٹ کیا ہے۔ سورۃ والضحیٰ سے لے کر آخر سورۃ تک کی بھی تفسیر لکھی۔ معراج نامہ اور وفات نامہ وغیرہ رسائل بھی لکھے نیز قاضی مبارک پر ایک مبسوط حاشیہ تحریر فرمایا۔

آپ نے ۶۱ برس کی عمر میں ۱۲۶۳ھ میں وفات پائی۔

شیخ العلماء حضرت میاں نصیر احمد صاحب
المعروف میاں صاحب قصہ خوانی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۲۲۸ھ تا ۱۳۰۸ھ)

آپ کا اسم گرامی میاں نصیر احمد، لقب شیخ العلماء، استاد الاساتذہ ہے۔ جبکہ میاں صاحب قصہ خوانی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے والد حضرت میاں غلام محمد صاحب جید عالم دین اور بلند پایہ شاعر تھے۔

آپ علماء پشاور خصوصاً حضرت مولانا مولوی حافظ محمد احسن المعروف حافظ دراز صاحب سے علوم

دینیہ کی تکمیل کے بعد مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے۔ دینی مسائل میں انتہائی تحقیق فرمایا کرتے تھے چنانچہ جب حضرت سوات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں علمائے کرام نے فتوی دیا کہ محراب کے بغیر نماز باجماعت نہیں ہوتی تو آپ کو اس پر بڑی حیرت ہوئی اور پشاور کے دینی و روحانی پیشوا حضرت آقا پیر جان صاحب کی خدمت میں اس کا ذکر کیا۔ چنانچہ آپ، آقا سید سکندر شاہ قادری چشتی اور مولانا مولوی سراج الدین لاہوری حضرت حضرت آقا پیر جان صاحب کی قیادت میں سوات روانہ ہوئے۔ تین دن تک حضرت عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں قیام فرمایا اور وہاں علماء کے ساتھ تفصیلی گفتگو ہوئی جس کے نتیجے میں انہوں نے پہلے فتوی پر نظر ثانی کر کے دوبارہ فتوی جاری کیا کہ بغیر محراب کے بھی نماز باجماعت ادا ہو جاتی ہے۔

آپ نے اسماء الحسنیٰ کی شرح فارسی میں تحریر فرمائی۔ غیر مقلدین کے عقائد باطلہ کے رد میں احقاق الحق نامی کتاب لکھی جو آج تک طبع نہ ہو سکی اس کی اشاعت وقت کی اولین ضرورت ہے۔ کئی کتابوں پر حواشی لکھے اور بہت سی کتابوں کی تصحیح کر کے ان کی اشاعت کی۔ اسی سال کی عمر میں ۱۸ رجب ۱۳۰۸ھ بروز جمعہ وصال فرمایا۔

حضرت عبدالرحمٰن قادری چھوہروی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۲۶۲ھ تا ۱۳۴۲ھ)

حضرت خواجہ عبدالرحمٰن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار صوبہ سرحد کے جلیل القدر اولیاء میں ہوتا ہے۔ لقب غوث وقت ہے۔ آپ بارگاہ رب العزت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کی بارگاہ کے مقرب اور حضوری تھے۔ آپ زہد و تقوی میں یکتائے زمانہ تھے۔ آپ کا اسم گرامی خواجہ عبدالرحمٰن صاحب ہے۔ اور والد کا نام خواجہ خضری صاحب ہے۔ حضرت خواجہ عبدالرحمٰن صاحب بمقام

چھوہر شریف (ہری پور ہزارہ) میں ۱۲۶۲ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کی تربیت حضرت خضر علیہ السلام نے فرمائی۔ آپ کے وجود مبارک میں عشق الٰہی کی آگ ہر وقت اور ہر آن بھڑکتی رہتی۔ آپ پر ذات الٰہی کے انوار و تجلیات ہر وقت جلوہ فگن رہتے۔ آپ کے دردو عشق کا یہ عالم تھا کہ آپ کے سینہ مبارک پر سات زخم ہو گئے تھے۔ روزانہ ہلدی کو گھی میں تل کر ان زخموں پر پھایہ جاتا

الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من وچ لائی ہو

نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگ ہرجائی ہو

آپ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مبارک کی حضوری حاصل تھی۔ آپ اُمّی تھے جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو نہ آنکھیں بند کرتے اور نہ مراقبہ کرتے بلکہ براہ راست آپ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسئلہ دریافت فرماتے۔ آپ کے خلیفہ مجاز جناب حافظ سید احمد صاحب سری کوٹی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "کہ (پیرو مرشد نے) اس غضب کے چلے کٹے۔ کہ اولیاء اللہ میں نہ کسی نے کیا اور نہ سنا۔ اس ریاضت شاقہ کے ذریعہ سے جسم عنصری کی ثقالت و کثافت واخلاق بہیہ کے ظلمات من کل الوجوہ مستہلک و محو ہو کر لطافت کلی وروحانیت تامہ نصیب ہوئی۔" آپ غوث وقت حضرت اخون صاحب سوات عبدالغفور صاحبؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے اور فیض حاصل کیا۔ حضرت یعقوب شاہ صاحب گن چھتری رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ میں بیعت ہو کر مجاز و منعن ہوئے۔ آپ کا سلسلہ مبارک حضور غوث العالمین قطب الاقطاب سید حسن بادشاہ پشاوری "میراں سرکار" کے والد قطب الاقطاب حضرت سید عبداللہ شاہ صحابی رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ یعنی آپ مرید حضرت یعقوب شاہ صاحب کے اور وہ مرید حضرت شیخ محمد انور شاہ کے اور وہ مرید حضرت شیخ عبداللہ صاحب وہ مرید شیخ محمد رفیق صاحب اور وہ مرید حضرت خواجہ گل محمد کنگال کے اور وہ مرید حضرت خواجہ عبدالصبور کے اور وہ مرید حضرت حافظ احمد بارہ مولہ کے اور وہ مرید حضرت شیخ عنایت اللہ صاحب کے اور وہ مرید حضرت قطب الاقطاب سید عبداللہ شاہ صاحب صحابی بابا رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہیں باقی سلسلہ انہی کا

ہے۔ حضرت خواجہ عبدالرحمن صاحب نے سلسلہ قادریہ کی نشر و اشاعت کے لئے انتہائی کوششیں کیں۔ آپ کے مریدین کا سلسلہ کشمیر، صوبہ سرحد، افغانستان، عرب، ہندوستان، برما اور خصوصاً بنگال تک پھیلا ہوا ہے۔ آپ نے علوم اسلامیہ کی ترویج کے لئے ایک دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور قائم کیا۔ آپ نے ایک کتاب "مجیر العقول فی بیان کمالات عقل العقول المسمی بہ مجموعہ صلوٰت الرسول" لکھی ہے۔ آپ نے اس کتاب کو بارہ سال، آٹھ مہینے اور بیس دن میں لکھا۔ یہ کتاب درود شریف کی طرز پر تیس پاروں میں منقسم ہے۔

حضرت خواجہ عبدالرحمن صاحب قادری چھوہروی کی وفات بعمر اسی برس بروز شنبہ بعد از نماز مغرب بتاریخ یکم ذوالحجہ ۱۳۴۲ھ بمقام چھوہر شریف ہوئی۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے جناب محمود الرحمن صاحب سجادہ نشین ہوئے۔

سید اکبر شاہ ترمذی

آپ غوث خراسان حضرت پیر بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد امجاد سے تھے۔ والدین کریمین بونیر سے نقل مکانی کر کے دریائے سندھ کے کنارے ستھانہ میں آباد ہو گئے تھے۔ تمام علاقے میں آپ کو انتہائی عقیدت و محبت کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ امازئی، مداخیل، اتمان زئی اور گدون وغیرہ قبائل آپ کے مریدین میں شامل تھے۔ آپ نے اپنے معتقدین کے ہمراہ سکھوں کے ساتھ پہلی لڑائی ۱۸۲۳ء میں لڑی جس کی وجہ سے آپ کی شہرت پورے سرحد اور پنجاب تک پہنچ گئی۔ آپ نے ۱۸۲۴ء میں ہری سنگھ نلوہ کو شکست دی اور ہزارہ میں اپنی حکومت قائم کی۔ آپ نے ۱۸۲۶ء میں تحریک محدثین کا بھرپور ساتھ دیا۔ ان کی شکست کے بعد بھی آپ نے اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں اور ۱۸۴۷ء میں

حضرت اخوند صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ کی حمایت و اعانت سے ریاست سوات کے بادشاہ بنے اور ۱۸۵۷ء میں اپنی وفات تک اس منصب پر فائز رہے۔ جناب اللہ بخش یوسفی صاحب اپنی کتاب یوسف زئی پٹھان کے صفحہ ۲۶۶ پر ایک انگریز مصنف ہربرٹ ایڈورڈ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ "اگر سوات کی شرعی حکومت اور مجاہدین قبائل کا سردار سید اکبر شاہ زندہ ہوتا تو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا نقشہ کچھ اور ہوتا"۔

مولانا مولوی قاضی طلا محمد صاحب طلا پشاوری

(۱۲۱۴ - ۱۲۹۷ھ)

قاضی طلا محمد صاحب کا تعلق پشاور کے عالمان گھرانے سے تھا آپ کے مورث اعلیٰ حضرت اخوند ترکمان بن تاج خان مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیر کے دور میں قندہار سے نقل مکانی کر کے پشاور آئے اور اپنے علم و فضل کی وجہ سے یہاں پر عزت و تکریم سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ کے صاحبزادے قاضی شاہ محمد غوث بلند پایہ عالم تھے جو سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ میں محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث صاحب قادری گیلانی پشاوری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ قاضی شاہ محمد غوث کے صاحبزادے قاضی محمد اکبر شاہ تھے۔ ان کے صاحبزادے قاضی محمد حسن اور انکے بیٹے قاضی طلا محمد صاحب تھے۔

قاضی طلا محمد صاحب نے پشاور کے جید علماء سے علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ تمام عمر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں بسر کی۔ آپ بلند پایہ شاعر بھی تھے۔

درج ذیل آٹھ کتابیں آپ کی یادگار ہیں

وظیفہ پڑھو، حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ میں حضرت آغا باجی صاحب کی اس کشف عیانی کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس ورد سے مجھے باطنی تشفی ہو گئی پھر مجھے کبھی تنگ دستی کا خیال تک نہیں آیا جس چیز کی ضرورت ہوتی اللہ تعالیٰ فوراً مہیا فرما دیتا۔ (۲)

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی عقیدت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

آپ مسلک حقہ اہل سنت والجماعت پر نہایت مضبوطی سے قائم تھے۔ علماء اہل سنت وجماعت کی بڑی قدر و منزلت اور حوصلہ افزائی فرماتے۔ عقائد باطلہ کو سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ آپ عقیدے کی درستگی اور تصحیح پر بہت زور دیتے۔ فرماتے جس طرح آگ لکڑی کو بھسم کر کے خاک بنا دیتی ہے۔ اسی طرح خراب عقیدہ والے کی صحبت اعمال کو کھا کر انسان کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ صحبت مرشد پر بہت زور دیتے تھے۔ فرماتے مرید مخلص کو اپنے پیر کی صحبت کافی ہے کیونکہ مرشد کی صحبت انسان کو ہزار عیوب سے بچا لیتی ہے۔ اکثر فرماتے "یک در بگیر و محکم بگیر" یعنی ایک کا ہو کر رہ جا۔ اور ارشاد فرماتے جس نے پیر کا ادب کیا۔ وہ مراد کو پہنچ گیا کیونکہ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

آپ نے سیاست سے اپنے دامن کو بالکل بچاتے رکھا۔ کبھی کسی سیاسی جماعت میں حصہ نہیں لیا۔ البتہ آزاد قبائل کے جو مجاہدین انگریزوں کے خلاف نبرد آزما تھے ان کی حتی الامکان امداد فرمائی۔ ترکوں کی حمایت میں ہر وقت کمر بستہ رہتے تھے۔ آپ نہایت سخی۔ فیاض اور مہمان نواز انسان تھے۔ انتہائی پروقار اور نفیس شخصیت کے مالک تھے۔

حضرت قبلہ آغا باجی صاحب ۳ مئی ۱۹۳۹ء کو بوقت عشاء اس جہان فانی سے اس جہان باقی کو رخصت ہوئے اور اگلی صبح یعنی ۴ مئی کو ۱۰.۰۰ بجے ابو البرکات سید حسن بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے

تذکرہ خلفائے کرام حضرت آقا پیر جان صاحب رحمتہ اللہ علیہ

تحریر سید فرمان شاہ

بی۔ایڈ۔ایم اے پولیٹیکل سائنس۔ایم اے۔تاریخ

کوئی علم اور فن دنیا میں بغیر استاد اور معلم کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ میں جس طرح ہر علم و فن سیکھنے کے لئے استاد اور معلم کی رہنمائی ضروری ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی معرفت اور علوم لدنی سیکھنے کے لئے شیخ طریقت اور معلم باطنی کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ کوئی شخص بغیر کامل راہنما کے اللہ تعالیٰ کی معرفت۔ قرب اور وصال تک نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو صحابہ کرام کا مربی۔ استاد اور وسیلہ بنایا۔ یعنی صحابہ کرام کو اللہ کی معرفت کا عرفان حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ذریعے حاصل ہوا۔ اسی طرح بعد میں صحابہ کرام سے تابعین۔ تبع تابعین اور جملہ کاملین۔ عارفین اور مؤمنین میں استاد و شاگرد طالب و مطلوب اور مرشد و مرید کا تعلق اور رشتہ استوار ہوتا رہا اور یوں قیامت تک اس ظاہری اور باطنی فیضان و عرفان کا سلسلہ جاری رہے گا۔

انسان کامل اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چشم بصارت ظاہری اور چشم بصیرت باطنی سے کائنات کی ظاہری اور غیبی اشیاء کو دیکھ سکتا ہے جس طرح ایک روشن چراغ سے بے شمار چراغ روشن کئے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح مرشد کامل اپنے دل کے باطنی چراغ سے ہزاروں لاکھوں مریدین اور طالبوں کے قلبی چراغ کو روشن کر دیتا ہے۔ مرشد کے وسیلے کے بغیر نفس کی انانیت اور فرعونیت ہرگز دور نہیں ہو سکتی۔ جب مرید اپنے شیخ طریقت سے اپنا روحانی تعلق اور نسبت قائم کرتا ہے۔ تو مرشد کامل مرید کے غافل دل کی خاموش اور ساکت تاروں کو چھیڑ کر اس سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدائے دلنواز بلند کرواتا ہے۔ اس طرح

جب مرید کا باطن شیخ کی تربیت اور نظر کرم سے منور ہو جاتا ہے اور اس میں دوسرے سالکین اور طالبین کے دلوں کو زندہ اور منور کرنے کی قابلیت اور صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے اور شیخ طریقت کی نظر عنایت سے ایسے انسان کامل کو خلق خدا کی رہنمائی اور تعلیم و تربیت کے منصب پر فائز کر دیا جاتا ہے۔

پس ایسے انسان کامل کو شیخ طریقت لوگوں کی ہدایت و رہنمائی اور سلسلہ مبارکہ کی اشاعت و تبلیغ کے لئے خرقہ خلافت عطا کرتا ہے۔ زیر نظر صفحات میں حضرت آقا پیر جان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے اُن خلفائے کرام کا مختصر تذکرہ مقصود ہے۔ جن کے حالات تک رسائی ممکن ہوتی ہے۔

حضرت قبلہ عالم سید سعید احمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ۔

آپ حضرت سید اکبر شاہ المعروف آقا پیر جان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے تیسرے فرزند اور خلیفہ خاص تھے۔ آپ اپنے وقت کے قطب اور آغا باجی کے لقب سے معروف تھے آپ نے ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جو صدیوں سے علم و عرفان کے گوہر لٹانے کے ساتھ ساتھ اہل پشاور کا دینی سیاسی اور روحانی مرکز و محور رہا ہے۔ آپ نے اپنے والد گرامی کے دست حق پرست پر بیعت کر کے سلوک کی تمام منازل طے کرنے کے ساتھ ساتھ مشہور اور نامور علماء کرام سے علوم درسیہ کی تکمیل کی۔ بچپن ہی میں ایسا پاکیزہ اور صاف ستھرا ماحول میسر آیا کہ طبیعت پر روحانیت کا غلبہ ہو گیا۔ اور صحبت مرشد کی بدولت آپ کے دل میں معرفت الٰہی کی ایسی شمع روشن ہوئی کہ طلب حق کے لئے سب دنیاوی علائق سے کنارہ کش ہو کر ہر وقت یاد الٰہی میں مستغرق رہتے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

آپ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جزو ایمان سمجھتے تھے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے سچے عاشق راز تھے۔ قلب و ذہن عشق رسول سے اس قدر سرشار تھا کہ جب کوئی حاجی زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہو کر واپس آتا اور وہاں کے احوال و واقعات بیان کرتا۔ تو بے ساختہ آپ کی حق شناس آنکھوں سے عقیدت و محبت کے گوہر ٹپکنے لگتے۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر

وہی قرآن وہی فرقان وہی یٰسین وہی طٰہٰ

آپ ہر جمعہ کی شب کو محفل ذکر منعقد کرتے۔ حلقہ ذکر میں اپنے قلب مبارک پر نفی اثبات کی ایسی ضربیں لگاتے کہ محفل میں موجود ہر ایک کے دل سے لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدائے دلنواز بلند ہوتی۔ آپ بزرگوں کے ایام بڑے احترام اور پابندی کے ساتھ مناتے خصوصاً ربیع الثانی میں بڑی گیارہویں شریف کا نہایت اعلیٰ اہتمام فرماتے صبح سے لے کر عشاء تک لنگر غوثیہ جاری رہتا۔ ہزارہا لوگ نہایت عقیدت کے ساتھ تبرک تناول فرمانے آتے اور ساتھ بھی لے جاتے۔ الحمد للہ یہ سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے۔

آپ سے کئی بار مکشوفات کا صدور ہوا۔ ایک واقعہ جو حضرت حاجی محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس طرح بیان فرمایا کہ مجھے فقراء اور درویشوں سے ملاقات کا ہر وقت اشتیاق رہتا تھا۔ اور تقریباً اڑھائی ہزار فقراء سے مل چکا تھا۔ مگر حضرت قبلہ عالم سید سعید احمد شاہ صاحبؒ جیسا کشف عیانی والا درویش نہیں دیکھا۔ حاجی صاحب نے اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ مجھ پر ایک ایسا وقت آیا کہ بہت تنگ دست ہو گیا۔ ایک فقیر نے فراخی کے لئے مجھے ایک وظیفہ دیا۔ ایک دن یہ وظیفہ لاہور میں حضرت شاہ محمد غوث صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی مسجد مبارک میں پڑھ رہا تھا۔ وظیفہ پڑھنے کے بعد پتہ چلا کہ پشاور سے بڑے آغاجی صاحب جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ حضرت آغا باجی صاحب کی آنکھوں سے بینائی جا چکی تھی۔ مگر دل کی دنیا روشن تھی۔ میں نے حضرت کی قدم بوسی کی۔ آغا باجی صاحب نے فوراً فرمایا۔ حاجی قاسم صاحب آپ فلاں وظیفہ پڑھ رہے تھے۔ میں نے عرض کی جی حضور۔ فرمایا یہ وظیفہ چھوڑ دو اور مجھے ایک وظیفہ ارشاد فرمایا۔ کہ یہ

(۱) دیوان فارسی (۲) دیوان عربی

(۳) جواہر النظر (۴) صلوٰۃ التقریر فی ترجمۃ التحریر

(۵) نفحۃ المسک (۶) تسلیۃ العقوق

(۷) صلوٰۃ الکئیب (۸) قصیدہ بائیہ عربی

نیز شجرہ ہائے طریقت مشائخان سوات صاحب کو بھی نظم کیا ہے۔ ۱۲۹۷ھ میں وفات پائی۔

مآخذ

۱۔ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی مکتبہ الحسن، کوچہ آقا پیر جان۔ پشاور

۲۔ تاریخ مشائخ چشت از خلیق احمد نظامی۔ ناشر! مکتبہ عارفین۔ کراچی

۳۔ تذکرہ اولیائے پاکستان از علامہ عالم فقری۔ ناشر! شبیر برادرز۔ لاہور

۴۔ مناقب المحبوبین از حاجی نجم صاحب۔ ناشر! مطبع محمد حسن۔ لاہور

۵۔ انوار العارفین از حافظ محمد حسین مراد آبادی۔ ناشر! مطبع صدیقی۔ بریلی

۶۔ خاتم سلیمانی (حالات و ملفوظات خواجہ سلیمان تونسویؒ) از مولوی الہ بخش بلوچ۔ ناشر! خادم التعلیم اسٹیم پریس۔ لاہور

۷۔ تذکرہ صوفیائے سرحد از اعجاز الحق قدوسی۔ ناشر! اردو اکیڈمی سندھ۔ کراچی۔

۸۔ تذکرہ صوفیائے پنجاب از اعجاز الحق قدوسی۔ ناشر! اردو اکیڈمی سندھ۔ کراچی۔

جوار میں سپرد خاک کردیئے گئے آپ کے جنازے میں امرا۔ شہر فقرا۔ مریدین اور عقیدت مندوں کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی کثیر تعداد میں شرکت کی۔ (۳)

آپ کی تمام اولاد لاولد فوت ہوگئی۔ صرف ایک صاحبزادہ حافظ سید محمد زمان شاہ صاحب اور ایک صاحبزادی جسکی شادی حضرت سید سعید جان صاحب بن الحاج آقا سید سکندر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ قرار پائی تھی۔ جس سے صرف ایک فرزند جناب سید شریف حسین صاحب شاکر پیدا ہوتے۔ جبکہ حافظ سید محمد زمان شاہ صاحب المعروف آغا جان کو اللہ تعالیٰ نے آٹھ فرزندوں سے نوازا جن میں سے اس وقت بقیتہ السلف حجتہ الخلف مفسر قرآن شارح حدیث حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہیں۔

.:.....—.:.—....:.

زہجراں دل تباہم من اغثنایا شہ جیلان — زعصیاں روسیاہم من اغثنایا شہ جیلان
زنار عشق افروزم مثال شمع می سوزم — بحال بد شب وروزم اغثنایا شہ جیلان
بہ ہجرم تابہ کے مانی برائے وصل کے خوانی — بکن باذات خود فانی اغثنایا شہ جیلان
سگے سید حسن ہستم گرفتہ درازل دستم — زشوقت من ہمیں مستم اغثنایا شہ جیلان
غلامِ حضرت فاضل سگم از غوث حق کامل — زحق ایں فیض شد نازل اغثنایا شہ جیلان
بحضرت عابد وباقر بحضرت شاہ آن شاکر — بسید موسیٰ ذاکر اغثنایا شہ جیلان
سزوائے عیسٰی عالی چرائے میر جی نالی — کہ داری ہمچنیں والی اغثنایا شہ جیلان

(آغا میر جی صاحب)

حضرت آقا سید سکندر شاہ صاحب قادری چشتی گیلانی رحمتہ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی سید سکندر شاہ تھا۔ گور گھٹڑی محل چک سازاں پشاور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا اسم شریف سید میر محی الدین لقب سلطان المشائخ اور گور گھٹڑی والے آغا صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ (۴) آپ ابھی بچے تھے کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔

حصول علم و تربیت:-

آپ نے دینی تعلیم کے حصول کے لئے۔ بہت ہی محنت شاقہ اٹھائی۔ اور دور دراز کے سفر کئے۔ ریاست جموں و کشمیر کے علمائے کرام سے علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ پشاور کے مشہور و معروف مولوی میاں نصیر احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی آپ کے اساتذہ میں شامل تھے۔ علوم مروجہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنے حقیقی ماموں حضرت سید اکبر شاہ المعروف آقا پیر جان صاحب کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ اور خدمت مرشد میں رہ کر سلوک کی تمام منازل طے کرنے کے بعد سلسلہ عالیہ قادریہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا (۵)۔ اوائل عمر میں آپ اپنے علم و فضل۔ زہد و تقویٰ۔ اتباع قرآن اور سنت اور رفع بدعت کے باعث مشہور زمانہ ہو گئے۔

سیر و سیاحت اور کسب فیض:-

آپ نے صوفیانہ ذوق اور طلب حق میں کشمیر اور پاک و ہند کے مختلف شہروں کی سیاحت کی۔ ہندوستان کے تقریباً تمام مشاہیر۔ صوفیائے عظام اور علمائے کرام سے ملاقات کر کے فیض حاصل کیا۔ کئی اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری کا شرف حاصل کیا اور مستفیض ہوئے۔

دیار رسول اللہ کا سفر:-

آپ اپنے پیر و مرشد حضرت آقا پیر جان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ حج بیت اللہ اور روضہ رسول اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت سے مستفیض ہوئے۔ تذکرہ آغا سید سکندر شاہ صاحبؒ صفحہ ۱۶ پر درج ہے۔

"حضرت آغا سید سکندر شاہ صاحبؒ نے ایک مرتبہ قاضی فضل الحق صاحب سے فرمایا۔ قاضی صاحب تمہیں تو شوق نہیں۔ ہمیں اس قدر شوق تھا کہ جب میں اپنے شیخ کے ہمراہ حج کے لئے گیا تو چھ ماہ حجاز میں قیام کیا۔ لیکن ایک رات بھی نیند نہیں آئی۔ آنکھیں ہر وقت کھلی رہتیں۔ حتیٰ کہ رات کو یہ خیال کہ مبادا آنکھیں پھٹ جائیں۔ تقریباً دو گھنٹے آنکھوں پر انگلیاں دبائے رکھتا۔ اور بستر یا دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتا میں دو گھنٹے کے بعد ہاتھ اٹھاتا تو طبیعت بالکل از سر نو تیار ہوتی نہ کوئی تھکاوٹ نہ کوئی کوفت بدن میں رہ جاتی۔ چھ ماہ تک نہ بستر کھولا۔ اور نہ لیٹنے کا اتفاق ہوا۔ جب آپ گھر واپس آئے تو بستر کی گانٹھیں بدستور بندھی تھیں۔ جیسے کہ جاتے وقت باندھی گئی تھی۔

قیام گوالیار:-

آپ کو معلوم ہوا کہ گوالیار میں خاندان سادات کے ایک بلند پایہ بزرگ رہتے ہیں۔ آپ شرف ملاقات کی غرض سے روانہ ہوئے۔ فقیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت آغا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی آمد کا علم بذریعہ کشف ہوا۔ تو انہوں نے اپنے مرید خاص کو حضرت آغا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے استقبال کے لئے بھیجا۔ آپ جب فقیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو فقیر صاحبؒ بڑی مہربانی اور شفقت سے پیش آئے۔ آپ کئی روز فقیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔ فقیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے قلبی اور باطنی راز و نیاز اور ورد و وظائف اور فیوض و برکات سے دامن طلب بھر کر رخصت کیا۔ (۶)

قیام سیال شریف:-

آپ سیال شریف حضرت خواجہ شمس الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ سیالوی کی خدمت میں

تشریف لے گئے۔ خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بڑی شفقت و مہربانی فرمائی تین روز تک آپ کو اپنی خلوت گاہ میں رکھا۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت کر کے فیوض باطنی سے فیضیاب فرمایا۔ تمام اوراد و ظائف کی اجازت کے ساتھ سلسلہ چشتیہ کی خلافت سے بھی نوازا۔ (۷)۔

پشاور میں سلسلہ چشتیہ کی اشاعت

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت آقا پیر جان صاحب سے فیضیاب تھے۔ جبکہ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت خواجہ شمس الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ سیالوی سے نسبت رکھتے تھے۔ پشاور کے علاقہ میں طریقہ قادریہ اور نقشبندیہ کا انتہائی اثر و نفوذ تھا۔ جس کے باعث یہاں پر سلسلہ چشتیہ کی اشاعت بہت مشکل اور کٹھن کام تھا جبکہ اس سلسلہ مبارک کا کوئی دوسرا شیخ بھی نہیں تھا۔ جو طریقہ چشتیہ کی تبلیغ و ترویج کرتا۔ ان حالات میں آپ ہی ایک ایسی شخصیت تھے۔ جنہوں نے سلسلہ چشتیہ کو روشن کیا۔ اپنا حلقہ ارادت قائم کیا اور نہایت ہمت و استقلال اور اخلاق حمیدہ کے ساتھ اس سلسلہ کو گھر گھر پہنچایا۔ (۸) آپ مجلس سماع میں جس پر توجہ فرماتے تو وہ سالک سیر فی اللہ اور سیف مع اللہ میں مصروف ہو جاتا۔

گیارہویں شریف کا اہتمام:۔

آپ تمام بزرگان کرام کے عرس نہایت ہی ادب و احترام کے ساتھ مناتے خصوصاً ربیع الثانی کی گیارہویں تاریخ حضور غوث الاعظم۔ قطب ربانی۔ محبوب سبحانی۔ قندیل نورانی حضرت ابو محی الدین سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے عرس مبارک کو بہت ہی شایان شان طریقے سے منعقد کرتے۔ تمام دن لنگر غوثیہ تقسیم ہوتا۔ پھر رات کو ذکر الہی کے حلقے قائم ہوتے۔ دوران ذکر جب مریدین پر توجہ فرماتے تو وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپتے رہتے۔ آپ کی توجہ باطنی میں کچھ ایسی کشش اور تاثیر تھی کہ کیسا ہی منکر کیوں نہ ہوتا۔ آپ ایک ہی توجہ سے اسے اپنی طرف کھینچ لیتے تھے۔ اور فیوض باطنی سے مالا مال کر دیتے تھے۔ آپ کے تصرفات کا یہ عالم تھا کہ ادھر آپ نے توجہ فرمائی اور دوسری طرف اللہ

تعالیٰ نے وہ کام پورا فرمادیا۔

قاضی فضل حق چونوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالم نے ایک مرتبہ مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ قاضی صاحب آدمی کو ایسا ہونا چاہئے کہ اگر وہ ستر صوفیوں کے درمیان بیٹھا ہو تو ہر ایک کے باطن پر نظر ہو اور ہر ایک کے دل کی گہرائی دیکھ رہا ہو اور اس کے دل کو وہ ستر صوفی نہ دیکھ سکیں۔ (۹) آپ اگر کسی مجلس میں تشریف لے جاتے۔ تو چپکے سے پیچھے تشریف رکھتے۔ سیر کے لئے تشریف لے جاتے تو اپنے مریدین یا خادموں سے مل کر نہ چلتے بلکہ بہت آگے چلتے۔ تاکہ کوئی یہ نہ سمجھ سکے کہ آپ کون ہیں۔ چلتے پھرتے ہاتھ میں تسبیح نہ رکھتے۔ شرعی امور کی سختی سے پابندی فرماتے۔ اپنے مریدین اور خادموں کو بھی پابندی شریعت وصوم وصلوٰۃ اور ذکر و فکر کی اکثر تلقین فرماتے۔

خوارق عادات:۔

آپ صاحب کشف و کرامات تھے۔ اگرچہ آپ کرامات کے اظہار میں بہت محتاط تھے۔ مگر اس کے باوجود آپ سے بے شمار کرامات کا صدور ہوا۔ اگر آپ سے کوئی کرامت صادر ہو جاتی تو اس کا اظہار اپنی طرف نہ کرتے بلکہ فرماتے کہ اولیاء اللہ کا یہی طریقہ کار ہے۔ ولی کی سب سے بڑی کرامت اس کا اتباع کتاب و سنت ہے۔ کتاب و سنت کی صحیح پیروی اور پر خلوص کاربندی ہی دین اسلام ہے جس کی اساس شریعت ہے اور اس کا سرچشمہ قرآن و سنت ہے اگر آپ کی کرامات کو اکٹھا کیا جائے تو ایک کتاب مرتب ہو سکتی ہے مگر یہاں صرف چند کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت آغا سید سکندر شاہ صاحبؒ جب بیت اللہ کو تشریف لے گئے تو دوران سفر میں۔ جہاز بھنور میں پھنس گیا اور چکر کھانے لگا۔ جہاز کے کپتان نے بے دست و پا ہو کر مسافروں سے کہہ دیا کہ اپنا انتظام کر لو۔ جہاز ڈوبنے والا ہے۔ آپ نے باطمینان دو رکعت نماز ادا کی اور اٹھ کر۔ جہاز کے چاروں طرف پھر کر پانی کی جانب نگاہ کی اور اہل جہاز کو تسلی دے کر فرمایا کہ۔ جہاز کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ خاطر جمع رکھو۔ کچھ دیر کے بعد جہاز گرداب سے سلامت نکل گیا۔ آپ نے پھر دوگانہ شکرانہ ادا کیا۔

ایک روز شام کے وقت آپ طعام تناول فرما رہے تھے کہ یکایک بتعداد کثیر مہمان آ گئے۔ آپ نے انہیں بھی شریک طعام ہونے کا ارشاد فرمایا۔ خادم مطبخ نے اشارہ سے عرض کیا کہ کھانا بہت کم ہے اور یہ موقع بھی نہیں کہ جلدی سے تیار ہو سکے۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں یہ ہمارا رومال لے جاؤ اور کھانے پر ڈال دو۔ انشاء اللہ اسی میں برکت ہو جاتے گی چنانچہ سب نے سیر ہو کر کھایا اور بہت سا کھانا بچ بھی رہا۔

وصال اور مزار مبارک:۔

آپ نے چودہ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ بروز پیر بوقت گیارہ بجے دن وفات پائی۔ (۱۱) بعد نماز ظہر غسل دے کر مکان کے صحن میں جنازہ رکھ دیا گیا۔ اور ساری رات قرآن خوانی ہوتی رہی۔ اگلی صبح ۸ بجے جنازہ اٹھایا گیا۔ آپ کے انتقال پر تمام پشاور کے بازار بند کر دیئے گئے۔ ہر شخص اشک بار نظر آتا تھا۔ جنازہ پر اتنا بڑا ہجوم تھا کہ بہت مشکل سے کندھا دینے کا موقع ملتا۔ آپ کا جنازہ دن کے دو بجے کے قریب زیارت سید حسن بادشاہ رحمتہ اللہ علیہ میں پہنچا۔ اور آپ کو زیارت سید حسن بادشاہ رحمتہ اللہ علیہ کے شمال و مغربی گوشہ میں چند قدم کے فاصلہ پر دفن کر دیا گیا۔

اولاد امجاد:۔ آپ کے دو فرزند ارجمند اور ایک صاحبزادی تھی۔

(۱)۔ حضرت آغا سید محمد سعید جان المعروف آغا جان صاحب رحمتہ اللہ علیہ

(۲) حضرت سید تجمل حسین المعروف آغا گل صاحب رحمتہ اللہ علیہ

حضرت اخون زادہ محمود گل صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ

حضرت آقا پیر جان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے تیسرے خلیفہ مجاز کا اسم گرامی حضرت اخون زادہ محمود گل ہے۔ آپ موضع سفید ڈھیری میں رہتے تھے جو پشاور یونیورسٹی کے جنوب میں ایک کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ بہت بڑے عالم اور مسجد موسیٰ خیل کے امام و خطیب تھے۔ تمام عمر درس و تدریس تبلیغ و ارشاد اور عبادت و ریاضت میں بسر فرمائی۔ آپ کے جد اعلیٰ حضرت اخون موسیٰ صاحب رحمتہ اللہ علیہ افغانستان کے علاقہ بھٹی کوٹ سے ۱۰۱۱ ھ میں پشاور تشریف لائے اور سفید ڈھیری میں قیام فرمایا۔ والیِ کابل نے یہاں پر جائیداد اور جندر (پن چکی) کی سند آپ کے نام کی سفید ڈھیری کا محلہ موسیٰ خیل آپ ہی کے نام سے منسوب ہے۔ کچھ عرصے کے بعد آپ نے اپنے بیٹے اخون عبدالصمد صاحب کو یہاں پر لوگوں کی تعلیم و تدریس کے لئے چھوڑا اور خود حجاز مقدس کے سفر پر روانہ ہوتے حج بیت اللہ شریف سے واپسی پر آبائی گاؤں بھٹی کوٹ تشریف لے گئے اور آپ کا مزار اقدس وہاں پر مرجع خلائق ہے۔ جبکہ اخون عبدالصمد صاحب سفید ڈھیری میں ہی دفن ہیں۔ حضرت محمود گل صاحب آپ ہی کی اولاد امجاد سے تھے۔ حضرت آقا پیر جان صاحب کی شہرت سن کر آنجناب کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور مرشد کامل کے زیر سایہ سلوک و عرفان کی منازل طے کرنے کے بعد خلافت کا شرف حاصل کیا۔

چونکہ حضرت آقا پیر جان صاحب رحمتہ اللہ علیہ انتہائی پابند شریعت اور متقی شیخ طریقت تھے آپ حرام و حلال کے معاملے میں نہایت تحقیق فرماتے تھے۔ اس معاملے میں چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ استنجا کے لئے جو مٹی کے ڈھیلے استعمال کرتے۔ ان کی حقیقت و اصلیت اور ناجائز کے متعلق بھی پوری پوری احتیاط فرماتے چنانچہ حضرت محمود گل صاحب کو جب مرشد ارشد کے اس معمول کا علم ہوا تو انہوں نے یہ ڈیوٹی اپنے ذمہ لے لی اور اپنے کھیتوں سے ڈھیلے لا کر آستانہ عالیہ پر ڈھیر کر دیتے اور تمام عمر اس مقدس فریضے کو سرانجام دیتے رہے۔

حضرت محمود گل صاحب کے تین صاحبزادے تھے حضرت اخون آفتاب گل صاحب. جناب اخون حجاب گل صاحب اور. جناب اخون عبدالمستعان صاحب رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔ اس خاندان کے ایک معاصر پشتو شاعر اور خلیفہ حضرت اخون عبدالغفور المعروف سوات صاحب رحمۃ اللہ علیہ. جناب گل احمد صاحب اپنی منظوم پشتو کتاب "جواہر الانبیاء" (۱۲)۔

میں تینوں بھائیوں کا ذکر ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے۔

آفتاب گل او حجاب گل بل مستعان

د دعا مثر پکنے شتہ دے برہان

(۱۳)

ان تینوں بھائیوں نے حضرت آقا پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا تھا۔ حضرت اخون آفتاب گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ. جناب حضرت آقا سکندر شاہ صاحب قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے دست گرفتہ اور خلیفہ مجاز تھے۔ پیر و مرید کا آپس میں. بہت ہی والہانہ لگاؤ تھا۔ یہاں تک کہ حضرت آقا سید سکندر شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ "جس دن آفتاب گل نہیں ہو گا اس دن آفتاب بھی نہ ہو گا" اور ۱۹۱۳ء میں جب آپ کا انتقال ہوا تو شدید گرمی تھی لیکن تمام دن آسمان پر سیاہ بادل چھائے رہے اور سورج نظر نہیں آیا۔ یوں حضرت کے اس ارشاد گرامی کی حقانیت آشکارا ہوئی۔

گفتہ۔ او گفتہ۔ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

یہ روایت حضرت اخون مسعود گل صاحب کی زبانی معلوم ہوئی۔ جو حضرت اخون آفتاب گل صاحب کے پوتے ہیں آپ ۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئے اور اس پیرانہ سالی میں بھی بڑی گیارہویں شریف پر باقاعدگی سے یکہ توت شریف آستانہ عالیہ آقا پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر نیازمندانہ حاضر ہوتے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے. جناب اخون زادہ سعد گل صاحب ایک عرصے تک حضرت آقا شریف حسین

صاحب شاکر رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت کاملہ سے مستفیض ہوتے رہے آج کل ایگریکلچر یونیورسٹی میں سپرنٹنڈنٹ کی پوسٹ پر کام کر رہے ہیں جبکہ اخون مسعود گل صاحب کے بھتیجے اخون زادہ عنایت اللہ صاحب اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ ایل ایل بی اور M.L.Sc کر چکے ہیں اور پشاور یونیورسٹی کی سنٹرل لائبریری میں بطور لائبریرین خدمات انجام دے رہے ہیں۔ (۱۴)

حواشی

۱۔ تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ از سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی ناشر مکتبہ فیضان بازار کلاں پشاور۔ ص ۱۲۷

۲۔ ایضاً۔ ص ۱۲۷

۳۔ ایضاً۔ ص ۱۲۸

۴۔ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد از سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی ناشر مکتبہ الحسن یکہ توت پشاور۔ ج ا ص ۱۹۸

۵۔ تذکرہ حضرت آغا سید سکندر شاہ قادری گیلانی از احمد بدر اخلاق ناشر شاد باغ لاہور۔ ص ۱۵

۶۔ ایضاً۔ ص ۱۷

۷۔ ایضاً۔ ص ۱۸

۸۔ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد از سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی ناشر۔ مکتبہ الحسن یکہ توت پشاور۔ ج ا ص ۲۰۲

۹۔ قاضی صاحب حضرت آغا سید سکندر شاہ صاحبؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ بحوالہ حاشیہ تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ از سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی مکتبہ فیضان بازار کلاں پشاور۔ ص ۱۴۰

۱۰۔ تذکرہ آغا سید سکندر شاہ قادری گیلانی از احمد بدر اخلاق شاد باغ لاہور۔ ص ۴۴۔۴۵
۱۱۔ تذکرہ علماء ومشائخ سرحد از سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی مکتبۃ الحسن یکہ توت پشاور۔ ج ا ص ۲۰۶
۱۲۔ گل احمد صاحب کی یہ کتاب جواہر الانبیاء دراصل قصص الانبیاء کا منظوم پشتو ترجمہ ہے۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن میں موجود ہے۔
۱۳۔ عبدالحلیم اثر۔ تیر ہیر شاعران۔ پشتو اکیڈمی پشاور۔ ص ۲۶۳
۱۴۔ اخون زادہ محمود گل صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق یہ معلومات حضور مولوی جی صاحب مدظلہ العالی۔ اخون زادہ مسعود گل صاحب، اخون زادہ سعد گل صاحب اور جناب اخون زادہ عنایت اللہ صاحب نے بہم پہنچائیں۔

سنیئے ! ذرا ابھی سے کلیجہ نہ تھامئے — تمہید داستان ہے، ابھی داستان نہیں
کیا کردیا فریب محبت ترے نثار — اب میری داستان بھی مری داستاں نہیں
ہر آشیاں کے پاس تڑپتی ہیں بجلیاں — اچھا ہوا کہ آج مرا آشیاں نہیں

(سیفی)